ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ:— نصیر احمد قمر

جلد ۴ جمعۃ المبارک ۴؍جولائی ۱۹۹۷ء شمارہ ۲۷

۲۸؍صفر ۱۴۱۸ہجری ☆ ۴؍وفا ۱۳۷۶ہجری شمسی

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

میری جماعت سمجھ لے کہ وہ میرے پاس آئے ہیں، اسی لئے کہ تخم ریزی کی جاوے جس سے وہ پھل دار درخت ہو جائے

"اللہ کا خوف اسی میں ہے کہ انسان دیکھے کہ اس کا قول و فعل کہاں تک ایک دوسرے سے مطابقت رکھتا ہے۔ پھر جب دیکھے کہ اس کا قول و فعل برابر نہیں تو سمجھ لے کہ مورد غضب الٰہی ہوگا۔ جو دل ناپاک ہے خواہ قول کتنا ہی پاک ہو وہ دل خدا کی نگاہ میں قیمت نہیں پاتا بلکہ خدا کا غضب مشتعل ہوگا۔ پس میری جماعت سمجھ لے کہ وہ میرے پاس آئے ہیں، اسی لئے کہ تخم ریزی کی جاوے جس سے وہ پھلدار درخت ہو جائے۔ پس ہر ایک اپنے اندر غور کرے کہ اس کا اندرونہ کیسا ہے؟ اور اس کی باطنی حالت کیسی ہے؟ اگر ہماری جماعت بھی خدانخواستہ ایسی ہے کہ اس کی زبان پر کچھ ہے اور دل میں کچھ ہے تو پھر خاتمہ بالخیر نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جب دیکھتا ہے کہ ایک جماعت جو دل سے خالی ہے اور زبانی دعوے کرتی ہے وہ غنی ہے، وہ پرواہ نہیں کرتا۔ بدر کی فتح کی پیشگوئی ہو چکی تھی، ہر طرح فتح کی امید تھی، لیکن پھر بھی آنحضرت ﷺ رو رو کر دعا مانگتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ جب ہر طرح فتح کا وعدہ ہے تو پھر ضرورت الحاح کیا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ ذات غنی ہے یعنی ممکن ہے کہ وعدہ الٰہی میں کوئی مخفی شرائط ہوں۔

پس ہمیشہ دیکھنا چاہئے کہ ہم نے تقویٰ و طہارت میں کہاں تک ترقی کی ہے۔ اس کا معیار قرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے متقی کے نشانوں میں ایک یہ بھی نشان رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو مکروہات دنیا سے آزاد کر کے اس کے کاموں کا خود کفیل ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ فرمایا ﴿و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب﴾ (الطلاق ۳، ۴) جو شخص خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ ہر ایک مصیبت میں اس کے لئے راستہ مخلصی کا نکال دیتا ہے اور اس کے لئے ایسے روزی کے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ اس کے علم و گمان میں نہ ہوں۔ یعنی یہ بھی ایک علامت متقی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو نابکار ضرورتوں کا محتاج نہیں کرتا۔ مثلاً ایک دوکاندار یہ خیال کرتا ہے کہ دروغگوئی کے سوا اس کا کام ہی نہیں چل سکتا اس لئے وہ دروغگوئی سے باز نہیں آتا اور جھوٹ بولنے کے لئے وہ مجبوری ظاہر کرتا ہے۔ لیکن یہ امر ہرگز سچ نہیں۔ خدا تعالیٰ متقی کا خود محافظ ہو جاتا ہے اور اسے ایسے مواقع سے بچا لیتا ہے جو خلاف حق پر مجبور کرنے والے ہوں۔ یاد رکھو جب اللہ تعالیٰ کو کسی نے چھوڑا، تو خدا نے اسے چھوڑ دیا۔ جب رحمان نے چھوڑ دیا ضرور شیطان اپنا رشتہ جوڑے گا"۔ (ملفوظات جلد اول، طبع جدید، صفحہ ۸)

بچپن سے ہی نیکی سے لگاؤ پیدا کرنا اور روزمرہ معاملات میں اس سے فائدہ اٹھانا بہت ضروری ہے

تمہارا کردار تب اچھا بنے گا کہ جن باتوں کو تم اچھا سمجھتے ہو انہیں کرنے کی جرأت رکھتے ہو

میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم وہ نقوش اپنے اندر پیدا کرو جو محمدؐ رسول اللہ کے نقوش ہیں تو اربوں آپ کے ذریعہ سے بچائے جائیں گے

آئندہ نسلوں کی تربیت سے متعلق نہایت اہم تفصیلی ہدایات

خلاصہ خطبہ جمعہ ۲۰؍جون ۱۹۹۷ء

واشنگٹن، امریکہ (۲۰؍جون): سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج مسجد بیت الرحمان، واشنگٹن امریکہ میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کے بعد حضور انور نے سورہ الحشر کی آیت ﴿یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس

بقیہ خلاصہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

مختصرات

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل پر روزانہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ "ملاقات" کا پروگرام نشر ہوتا ہے۔ یہ پروگرام احباب کی دینی، روحانی تعلیم و تربیت کے لئے بے حد مفید اور اہم ہے۔ مختصرات کے اس کالم میں ہم ہفتہ بھر کے پروگرام "ملاقات" کی مختصر ڈائری پیش کرتے ہیں تا کہ اگر کوئی اصل پروگرام سن یا دیکھ نہیں سکے تو وہ مطلوبہ پروگرام کا حوالہ دے کر اپنے ملک کے شعبہ سمعی و بصری سے یا شعبہ آڈیو ویڈیو (یو۔کے۔) سے اس کی ویڈیو حاصل کر سکیں۔ گزشتہ ہفتہ کے پروگرام "ملاقات" کا مختصر خلاصہ درج ذیل ہے۔

ہفتہ، ۱۴؍جون ۱۹۹۷ء:

مکرم عطاء المجیب صاحب راشد امام مسجد فضل لندن نے آج بچوں کی کلاس لی۔ سورہ النصر کی تلاوت اور ترجمے کے ساتھ کلاس کا آغاز ہوا۔ مکرم امام صاحب نے بچوں کو تاکیدی نصیحت کی کہ تلاوت کے لئے خوب تیاری کر کے آنا چاہئے۔ نظم کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سوانح حیات پر ایک مضمون پڑھا گیا۔

مکرم امام صاحب نے آئندہ چند ہفتوں کی کلاسز کا پروگرام بتایا اور بچوں کو صحبت صالحین کے فوائد سمجھائے اور پھر بات کو غور سے سننے اور دیکھنے کی نصیحت کی اور بتایا کہ ہر اچھی بات کو اپنی یادداشت میں نقش کرنے کی عادت ڈالیں کیونکہ فولڈرز تو آپ کے پاس ہر وقت نہیں ہوتا لیکن آپ کا ذہن ہر وقت آپ کے ساتھ رہتا ہے اور کمپیوٹر کی طرح نقش قبول کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔

اتوار، ۱۵؍جون ۱۹۹۷ء:

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی لندن سے عدم موجودگی کی وجہ سے انگریزی دان احباب کے ساتھ حضور ایدہ اللہ کی ۲۹؍ستمبر ۱۹۹۶ء والی ملاقات جو ۲۵؍جولائی ۱۹۹۷ء کو بھی نشر مکرر کے طور پر دکھائی جا چکی ہے پھر سے براڈکاسٹ کی گئی۔

سوموار، ۱۶؍جون ۱۹۹۷ء:

آج ہومیوپیتھی کلاس نمبر ۳۵ جو ۱۲؍ستمبر ۱۹۹۴ء کو ریکارڈ ہوئی تھی دوبارہ نشر کی گئی۔ کالی کارب کے فائدے گنواتے ہوئے حضور انور نے فرمایا یہ دوائی عورتوں کے بہت کام آتی ہے۔ بچے کی پیدائش کے بعد کی پیچیدگیوں کا مؤثر علاج ہے۔ حضور نے فرمایا کہ بعض دوائیں ایسی ہیں جو ہر ہومیوپیتھ کو ازبر ہونی چاہئیں اور وہ ہیں کالی کارب، کولوفائیلم اور پلسٹیلا۔ پرانے نزلے میں آرسینک آئیوڈائیڈ اور کالی کارب کو نہیں بھولنا چاہئے۔ درد نقرس (Gout) کا علاج کاربوویج سے شروع کریں۔ آرنیکا پہاڑوں پر اگنے والی تمباکو کی طرح کی ایک بوٹی ہے جو Clot کو پگھلاتی ہے لیکن خون کو پتلا نہیں ہونے دیتی۔ اس لئے دل کے حملے میں دی جانی چاہئے۔ لیکن حضور نے فرمایا کہ میں اسے (Lachesis) کے ساتھ ملا کر دیتا ہوں۔ عورتوں کے لئے لیبر کے وقت آرنیکا بہت مفید ہے۔ بچے کی پیدائش سے پہلے آرنیکا کی ۲۰۰ پوٹینسی میں چند خوراکیں کھلانے سے کئی قسم کے بعد میں ہونے والے نقصانات سے بچاؤ ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ Anticeptic بھی ہے۔ ایک اہم نکتہ پر روشنی ڈالتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ جلدی میں بہت سی دواؤں کا چھٹا مریض کو دینے اور ایک تیر بہدف دوا ڈھونڈ کر وقت لگا کر دینے کی مثال ایک گولی اور چھروں کی سی ہے۔ چھٹوں کے چھرے، ایک گولی سے کم اثر انداز ہوتے ہیں۔

منگل، ۱۷؍جون ۱۹۹۷ء:

جرمنی میں منعقدہ سوال و جواب کی مجلس میں بچوں کے دلچسپ سوالات کے جوابات حضور انور نے ارشاد فرمائے۔ اس مجلس کے پہلے حصہ کے سوالات مع مختصر جوابات اپنی ذمہ داری پر ذیل میں پیش ہیں:

☆ میت کو خوشبو کیوں لگاتے ہیں؟ حضور نے جواب میں فرمایا کہ لوگوں نے دیکھنا ہوتا ہے اس لئے نہلا دھلا کر خوشبو لگا دیتے ہیں تا کہ رخصت کرنے والے اچھے ماحول میں رخصت کریں۔

☆ کعبہ میں رکھے حجر اسود کی کیا نوعیت اور اہمیت ہے؟

یہ سوال پہلے بھی کئی محفلوں میں کیا جا چکا ہے۔ لیکن ہر بار حضور انور کے الفاظ کا انتخاب اور تصویر جو بنتی ہے متعجب کرتی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا پہلا گھر آسمان سے گرے ہوئے پتھروں سے بننا مقصود تھا۔ وہ پتھر سفید تھے لیکن زمین کے کرہ ہوائی میں پہنچ کر جلے اور کالے ہو گئے جو زمین کی گناہ آلود کثافت کا مظہر بن گئے۔ حضرت ابراہیم نے اس پتھر کو ڈھونڈ لیا۔ اس لئے ایک تو آسمان سے گرنے کی فضیلت کی وجہ سے پھر حضرت ابراہیم نے چنا اس لئے آنحضرت ﷺ نے پیار کے اظہار کے طور پر اسے بوسہ دیا۔ یہ بوسہ عبادت نہیں ہے۔

☆ حضور نے فرمایا تھا کہ نوجوانوں کو آثار قدیمہ کی تعلیم حاصل کرنی چاہئے۔ کون کون سے آثار قدیمہ کی تعلیم اور تحقیق کریں؟

باقی اگلے صفحہ پر دوسرے کالم میں ملاحظہ فرمائیں

بقیہ خلاصہ خطبہ جمعہ

ما قدمت لغد .... الخ﴾ کی تلاوت کی اور فرمایا کہ آج اللہ کے فضل کے ساتھ اس خطبہ کے ساتھ جماعت احمدیہ امریکہ کا ۴۹واں جلسہ سالانہ شروع ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ یونائیٹڈ اسٹیٹس کے مالی قربانی کرنے والوں کو بہترین جزا دے کہ انہوں نے یہ انتظام کیا ہے کہ یہ خطبہ ساری دنیا میں براہ راست سنایا جا رہا ہے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ کے آغاز میں تلاوت کردہ آیات قرآنی کے حوالہ سے فرمایا کہ اس میں خصوصیت سے اگلی نسلوں کی تربیت سے متعلق بنیادی اصول پیش فرمائے گئے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ تبلیغ کو تقویت ملتی ہے تبلیغ کرنے والوں کی اپنی تربیت کے ساتھ۔ اگر تربیت کرنے والے خود تربیت کے محتاج ہوں تو اس سے بہت گھمبیر مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ کچھ ایسی باتیں ہیں جو بچپن سے شروع ہوتی ہیں اور بچپن سے ہی ان کی بنیاد ڈالنی ضروری ہے کیونکہ جب تک بچوں کی نسل کو نہ سنبھالا جائے آئندہ کے متعلق کوئی یقینی بات نہیں کہی جا سکتی۔ حضور نے فرمایا کہ ماں باپ کے لئے لازم ہے کہ بچپن سے ہی اپنے بچوں کا تعلق اپنے ساتھ بڑھائیں۔ اور ایسے خاندان بنائیں جن میں بچوں کو گھر کے ماحول میں سکون ملے۔ حضور نے فرمایا کہ امریکہ کے ماحول میں بدیوں کو حاصل کرنا بہت آسان ہے۔ امریکہ کی فضا ایسی ہے کہ وہ لازماً گھر سے باہر نکلنے والے بچوں کو اپنی طرف کھینچے گی اور ان کی اچھی عادات کو فرسودہ کہہ کر ان سے محروم کر دے گی۔ پس گھر کا ماحول ایسا ہونا چاہئے کہ بچے باہر سے گھر آئیں تو گویا بے اطمینانی سے سکون کی طرف آئیں۔ بچے کی پیدائش کے وقت اس کے ایک کان میں اذان اور دوسرے میں تکبیر کہنے کی ایک حکمت بیان کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ اس میں والدین کو توجہ دلائی گئی ہے کہ بچپن سے ہی بچے کی تربیت کرو۔ اس وقت کی تربیت ایسی ہے جو آئندہ زندگی کی بنیاد مہیا کرتی ہے۔

حضور نے فرمایا کہ امریکہ میں خصوصیت سے اس بات کو اہمیت دیں کہ بچوں سے ایسی باتیں کریں جو اللہ اور رسول اور نیک لوگوں کی محبت پیدا کرنے والی ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ بچے کی نیکی کی باتوں کو اس طرح پیش کریں کہ اسے احساس ہو کہ یہ بات سب کو اچھی لگی ہے۔ ان کی اچھی باتوں کو اچھالیں۔ جب سات سے دس سال کی عمر تک پہنچیں تو خصوصیت سے عبادتوں کی طرف توجہ دلانا بھی تربیت کا حصہ ہے۔ اس کے بعد اگر نہ کریں تو ناپسندیدگی کا اظہار ہے۔ بارہ سال کی عمر کے بعد پھر ان پر سختی کا کوئی حق نہیں۔ یہ بلوغت کا آغاز ہے اور بچہ اتنی سمجھ حاصل کر لیتا ہے کہ اپنے فعل کی ذمہ داری کو قبول کرے۔

حضور نے فرمایا کہ تربیت کا آغاز شروع سے ہونا چاہئے اور بارہ سال کی عمر تک اس تربیت کو اتنا مکمل ہو جانا چاہئے کہ اس کے بعد بچہ اپنے سیاہ و سفید کا مالک ہو۔ اور اگر وہ سوسائٹی کا جرم کرے تو وہ اسے سزا دے اور اگر خدا کا جرم کرے گا تو خدا اسے سزا دے گا۔ حضور نے فرمایا کہ کئی ایسے بچے بچیاں ہیں جو امریکہ کے ماحول میں پیدا ہوئے، ان کے والدین دکھ محسوس کرتے ہیں کہ وہ اچھے نیک، مخلص اور دین سے تعلق تھا مگر اچانک جب کالجوں میں گئے ہیں تو کایا پلٹ گئی ہے۔ حضور نے فرمایا میں انہیں سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں کہ اچانک کچھ نہیں ہوا کرتا۔ لازماً ان کے دل میں بعض خواہشات دبی رہی ہیں جنہیں پنپنے کا موقعہ نہیں دیا گیا یا انہیں سنبھالنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ حضور نے فرمایا ضروری ہے کہ بچوں کو نیکی و بدی کی تمیز سکھائی گئی ہو اس طریق پر کہ وہ ان کی زندگی کا حصہ بن جائے۔ وہ اس کا فلسفہ سمجھ جائیں۔ خالی تعلیم کافی نہیں۔ تعلیم کے ساتھ حکمت اسے اس طرح دل سے جوڑ دیتی ہے کہ وہ پھر کبھی علیحدہ نہیں ہو سکتی۔

حضور نے فرمایا کہ کوئی نصیحت کارفرما نہیں ہو سکتی جب تک صبر نہ ہو اور صبر کے ساتھ نصیحت کرتے چلے جانا ہی مسلمانوں کا شعار بیان فرمایا گیا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ بچپن سے ہی نیکی سے لگاؤ پیدا کرنا اور روزمرہ معاملات میں اس سے فائدہ اٹھانا بہت ضروری ہے۔ نیکی کا مزہ صرف سمجھانے سے نہیں آئے گا۔ نیکی کا مزہ نیکی کروانے سے آئے گا۔

حضور نے فرمایا کہ دوسری بات جو سمجھانے کی ضرورت ہے وہ خود اعتمادی پیدا کرنا ہے۔ بچوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ تمہارا کردار تب اچھا بنے گا کہ جن باتوں کو تم اچھا سمجھتے ہو انہیں کرنے کی جرأت رکھتے ہو۔ نیکی پر خود اعتمادی بہت ضروری ہے اور اس خود اعتمادی کے نقصان کے نتیجہ میں نسلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ پس اپنے بچوں کو بتائیں کہ تمہاری عزت اور اعلیٰ اقدار نیکیوں سے وابستہ ہیں۔ اگر نیکی کے ساتھ ذلت کا احساس ہو تو یہ نیکی کبھی بھی قائم نہیں رہ سکتی۔ اکثر خرابی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ انہیں گھر میں نیکی سے خود اعتمادی کا احساس نہیں بتایا جاتا۔ آپ اپنی اعلیٰ اقدار کے لئے سر اٹھا کر چلیں اور کوڑی کی بھی پرواہ نہ کریں کہ کوئی آپ کو کس نظر سے دیکھتا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ نیکی کی لذت حاصل کرنا اور لذت حاصل کرنا سکھانا یہ ماں باپ کا کام ہے۔ نیکی سے وابستگی لذت کے بغیر ہو نہیں سکتی۔ حضور نے فرمایا کہ عبادت کا فلسفہ بچپن سے ہی سمجھانا ضروری ہے۔ عبادت کے فلسفہ میں خدا کی محبت کا فلسفہ داخل کرنا لازم ہے کیونکہ اس کے بغیر عبادت کا کوئی بھی معنی نہیں۔ پس بچپن سے ہی اس وجود سے محبت پیدا کرنا بھی ضروری ہے۔ جو نیکیاں سکھانے والا ہے اور اس میں انسانوں میں سب سے اول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ بعض چھوٹی باتوں کو معمولی نہ سمجھا کریں۔ کسی کے گلے میں تعویذ ڈالے ہوئے، کانوں میں بندے، بال بڑھے ہوئے، عجیب و غریب فیشن، یہ غلامی کی باتیں ہیں۔ غلام کی کوئی عزت نفس نہیں ہوا کرتی۔ تم فیشن کی پیروی کرنے والے نہ بنو، فیشن بنانے والے بن جاؤ۔ وہ بنو جس کے پیچھے لوگ چلتے ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ آپ کا یہ کام ہونا چاہئے کہ اپنے بچوں کے اندر دفاع پیدا کریں کہ سوسائٹی کو یہ جرأت نہ ہو کہ آپ کے بچوں کو بدل سکے۔ ہاں وہ سوسائٹی کو بدل دیں۔ حضور نے فرمایا ہم اسی طرح بدلیں گے جیسے ایک محمدؐ رسول اللہ نے ساری دنیا کو بدل دیا۔ وہی قوت قدسیہ ہے جس نے مسیح موعودؑ کو پیدا کیا۔ وہی قوت قدسیہ ہے جس نے جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے نیکی سے محبت کرنے والے پیدا کر دئے۔ آپؐ نے اپنے اندر وہ تبدیلی پیدا کر لی تھی جو ماحول کو بدلنے والی تھی۔ پس اپنے بچوں کے اندر وہ انسان پیدا کریں۔

حضور نے فرمایا خاتمیت تو ایسی مہر ہے جو ہر محمدؐ رسول اللہ کے غلام میں لازماً پیدا ہونی چاہئے۔ یہ ایسی مہر ہے جو دوسروں پر اثر پیدا کر سکے۔ ہر وہ شخص جو کسی اور میں پاک تبدیلی پیدا کرتا ہے وہ ایک مہر کا مقام رکھتا ہے۔ اس پہلو سے اپنے بچوں کی حفاظت کریں، انہیں چھوٹے چھوٹے خاتم بنا دیں جو آنحضرت ﷺ کی خوبیوں کو دوسروں میں رائج کرنے والے ہوں۔ آپ وہ مہر بنیں جو غیر اللہ کا اثر قبول نہ کریں۔ آپ نے دائماً آنحضرت ﷺ کی مہر نبوت کا نقشہ اپنے اندر بنانا ہے اور وہ آگے جاری کرنا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ اللہ جماعت کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ تبلیغ کے نئے بڑھتے ہوئے تقاضوں کو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھے۔ اور پورا کرنے کی کوشش کرے لیکن ایک فرض کے طور پر نہیں بلکہ دلی لگاؤ کے ساتھ۔ حضور نے فرمایا کہ امریکہ کی تبدیلی بہت بڑی تبدیلی ہے اگر ہم نے نہ کی تو کوئی اور نہیں کر سکے گا۔ آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے غلام دنیا میں پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کے لئے قائم فرمائے گئے ہیں۔ حضور نے فرمایا میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم وہ نقوش اپنے اندر پیدا کرو جو محمدؐ رسول اللہ کے نقوش ہیں تو اربوں آپ کے ذریعہ بچائے جائیں گے۔

خطبہ کے آخر پر حضور ایدہ اللہ نے مکرم عتیق احمد صاحب باجوہ امیر وہاڑی کی شہادت کی خبر سنائی جنہیں ۱۹؍جون کو بعض نامعلوم افراد نے حملہ کر کے شہید کر دیا تھا۔ آپ بہت مخلص اور پر جوش داعی الی اللہ تھے۔ حضور نے مرحوم کی خوبیوں کا ذکر فرمایا۔ اسی طرح ربوہ میں ایک واقف زندگی رشید احمد زیروی کی وفات کا ذکر بھی فرمایا۔ اور بعد نماز جمعہ و عصر ہر دو کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

بقیہ مختصرات از صفحہ اول

حضور نے فرمایا کہ قرآن مجید میں آثار قدیمہ کے سلسلے میں قوموں کا ذکر ہے کہ وہ بڑی بڑی شاہراہوں پر ہونگے، سبز باغات وغیرہ ہونگے۔ ہر قوم کی اپنی شخصیت ہو گی جس کا قرآن مجید میں ذکر ملتا ہے۔ اس لئے نئی جگہوں میں احمدیوں کو خود کھدائی کرنی چاہیے اور بغیر بتائے کہ ہم کون ہیں آثار قدیمہ کے حکومت کے ڈیپارٹمنٹ سے رابطہ رکھیں۔ لیکن ایک بات یاد رکھیں کہ کھدائی کے دوران انصاف اور راستبازی سے کام لیں۔

بعض دیگر سوالات کچھ اس طرح تھے :۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خلافت قیامت تک رہے گی،

حضرت یحییٰ کے قتل کے بارے میں سوال ہوا تو حضور نے بہت وقت دے کر بائبل کے واقعات اور تاریخ کے حصوں سے موازنہ کر کے جہاں تک احمدیوں کی تحقیقات پہنچ چکی ہے اس کی تفاصیل بتائیں۔ حضور نے فرمایا کہ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ حضرت یحییٰ کو قتل نہیں کیا گیا تھا۔

☆ جنت اور جہنم کیا ہیں۔ وہاں کیسے جسم عطا کئے جائیں گے، زندگی کا مقصد کیا ہے، قرآن صرف عربی میں کیوں ہے، حضرت مصلح موعودؓ نے سورہ البقرہ کے بعد سورہ یونس کی تفسیر فرمائی جو بیچ میں سورتیں رہ گئی ہیں ان کے چھوڑنے میں کیا حکمت ہے ؟، اسلام میں چار بیویوں کی اجازت کیوں دی گئی ہے ؟، تراویح کے بعد وتر کیوں باجماعت ادا کئے جاتے ہیں۔ ان سب سوالات کے جوابات حضور انور نے عطا فرمائے۔

بدھ ۱۸؍جون ۱۹۹۷ء :

آج ۱۹؍مئی ۱۹۹۷ء کا جرمنی میں کچھ طالبعلم اور لجنہ ممبرات کے ساتھ ملاقات کا ریکارڈ شدہ پروگرام کا دوسرا حصہ براڈکاسٹ کیا گیا۔ چند اہم سوالات یہ تھے :

☆ نماز کے دوران تشہد کے لئے انگلی اٹھاتے ہیں جبکہ جرمنی میں انگلی اٹھانا گالی سمجھی جاتی ہے ؟

☆ ہر چیز کی ایک حد مقرر ہے کیا کائنات کی بھی کوئی حد ہے۔

☆ اتنے بڑے بڑے صاحب علم دنیا میں موجود ہیں اور وہ احمدیت کی سچائی کو پڑھ نہیں سکتے۔ اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے ؟

مختصراً حضور نے فرمایا کسی مذہب کی سچائی کو ماننے اور علم کا باہمی کوئی تعلق نہیں۔ سچائی کی قبولیت کا علم کے ساتھ نہیں بلکہ دل کی صفائی کے ساتھ متعلق ہے۔

☆ ہم بہت دیر سے جرمنی میں رہ رہے ہیں ہمارے بزرگوں اور ہمارے خیالات میں Generation Gap کو کس طرح پر کیا جا سکتا ہے ؟

حضور نے فرمایا کہ پاکستان سے آئے ہوئے لوگ زیادہ تعلیم یافتہ نہیں لیکن دینی علم اور دینی کلچر سے کوئی Gap نہیں پڑنا چاہئے۔ حضور نے فرمایا کہ جو بچے میرے سامنے ہوتے ہیں ان میں اور مجھ میں کوئی Gap نہیں۔ میں بار بار کہتا ہوں کہ جرمنی کی جماعت میں پاکستان سے آئے ہوئے بچے اردو پڑھیں اور اپنی قومیت کے تشخص کی حفاظت کریں۔ ایم ٹی اے کو خدا تعالیٰ نے سب کو اکٹھا کرنے کے لئے بنایا ہے۔ اسے فروغ دینا از حد ضروری ہے امید ہے اب یہ Gap دور ہو جائے گا۔

جمعرات، ۱۹؍جون ۱۹۹۷ء :

آج ہومیوپیتھی کلاس نمبر ۳۶ جو ۱۳ ستمبر ۱۹۹۴ء کو ریکارڈ ہوئی تھی دوبارہ نشر کی گئی۔ حضور ایدہ اللہ نے آج کی کلاس میں سب سے پہلے تمام دنیا کے ناظرین، خاص طور پر احمدیوں کو زبانیں سکھانے کے پروگرام کی تفصیلات سے آگاہ فرمایا۔ حضور نے فرمایا انگریزی، عربی، فرانسیسی اور جرمن بنیادی زبانیں ہیں اور البانین اور بوزنین احمدیوں کو ان کی زبانوں میں پروگرام ملنے چاہئیں۔ اور انہیں ڈش انٹینا مہیا کئے جانے چاہئیں۔ حضور انور نے فرمایا احمدیت سے محبت کرنے والے ہر احمدی کو سب سے پہلے عربی اور پھر اردو زبان سیکھنے کی طرف سنجیدگی سے توجہ دینی چاہئے۔

دوسری اہم بات جس کی طرف حضور نے آج کی کلاس میں توجہ دلائی وہ روانڈا میں پھیلی ہوئی ہیضے کی وباء تھی حضور نے وہاں احمدی کارکنوں کو فوری استفادہ کے لئے ہیضہ کی شفاء آور ہومیوپیتھی دوائیں تجویز فرمائیں۔ اور وہاں کے سب باشندوں کی ضرورت کو پورا کرنے کی ہدایات دیں۔

جمعۃ المبارک، ۲۰؍جون ۱۹۹۷ء :

آج ۱۶؍مارچ ۱۹۹۴ء کو ریکارڈ کیا ہوا ملاقات کا پروگرام نشر مکرر کے طور پر ایم ٹی اے پر دکھایا گیا۔ جس میں تفصیل کے ساتھ ختم نبوت کے موضوع پر سیر حاصل بحث کی گئی۔ اور لفظ نزول کے پر معارف معنی بیان کئے گئے۔

(ا۔م۔چ)

خدا کے فضل سے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے ذریعہ احمدیت کی تبلیغ بڑی کامیابی اور تیزی کے ساتھ پھیل رہی ہے

یکم اپریل ۹۶ء کو ایم-ٹی-اے انٹرنیشنل کی مسلسل ۲۴ گھنٹے کی نشریات کے مبارک آغاز کے موقعہ پر

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا تاریخ ساز، نہایت اہم اور روح پرور خطاب

دوسری قسط

پس ایم-ٹی-اے نے ہم پر جہاں اور بہت سے احسانات کئے وہاں نئی نسلوں کی تربیت میں بھی ایک غیر معمولی کام سرانجام دیا ہے ایک تاریخی کام سرانجام دیا ہے اور یہ ذکر کارکنوں کی تربیت سے میں نے شروع کیا ہے- یہ صرف انگلستان تک محدود نہیں امریکہ میں بھی یہی حال ہے- یعنی ایسے رضاکار تربیت پا رہے ہیں جو ابھی اس مقام کو نہیں پہنچے، ابھی ان کا دائرہ اتنا وسیع نہیں ہوا جیساکہ انگلستان میں ہو چکا ہے مگر یہ کام شروع ہو گیا ہے اور کینیڈا میں بھی خدا کے فضل سے یہی سلسلہ جاری ہے- اس سلسلے میں کینیڈا کے ایک مخلص مربی چودھری منیر احمد صاحب کا ذکر بھی ضروری ہے جنہوں نے سید نصیر شاہ صاحب کا ہاتھ بٹانے میں سب سے زیادہ مدد کی اور امریکہ سے تعلق رکھنے والے جتنے روابط تھے اور کینیڈا سے تعلق رکھنے والے جتنے روابط تھے ان سب میں دن رات محنت کر کے انہوں نے ہر ہدایت پر عمل کیا اور نئی راہیں تلاش کرنے میں بھی غیر معمولی خدمت سرانجام دی- جبکہ وہ خود دل کے مریض ہیں اور دو دفعہ ان کو دل کا حملہ ہو چکا ہے، بائی پاس ہو چکے ہیں، ڈاکٹر احتیاط کی نصیحتیں بھی کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ان سب چیزوں سے بے نیاز دن رات اس خدمت پر مامور ہیں- پھر اسی طرح امیر صاحب کینیڈا ہیں، امیر صاحب یونائیٹڈ سٹیٹس آف امریکہ ہیں، ان دونوں نے مالی قربانی کے لحاظ سے امریکہ میں سگنل پہنچانے کے انتظام میں جو بھی مالی ضرورت تھی اس میں امریکہ کے ان دونوں ملکوں یعنی جب میں امریکہ کہتا ہوں تو مراد کانٹینینٹ آف امریکہ ہے- امریکہ، شمالی امریکہ کے ان دونوں ملکوں کینیڈا اور یونائیٹڈ سٹیٹس کو اپنا بوجھ خود اٹھانے میں ان دونوں نے بہت عزم کا مظاہرہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اب ہمارا یہ فکر دور ہو گیا ہے کہ جہاں دوسرے اخراجات غیر معمولی طور پر بڑھتے ہیں وہاں امریکہ اور کینیڈا کو بھی اس عالمی ۲۴ گھنٹے والے نظام میں شامل کرنے سے جو غیر معمولی اخراجات بڑھتے ہیں ان کو ہم کیسے پورا کریں گے- پس دونوں امراء نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ جو اندازہ میں نے ان کو بتایا تھا کہ اتنا چاہئے انہوں نے کہا کہ یہ ہماری ذمہ داری ہے انشاء اللہ ہم ضرور ان تقاضوں کو پورا کریں گے اور اللہ کے فضل سے وہ ان تقاضوں کو پورا کر رہے ہیں- جو اس ضمن میں دوسری ٹیمیں تیار ہو رہی ہیں ان میں جرمنی کی ٹیم بہت نمایاں ہے وہاں بھی جس طرح یہاں خواتین خدمت پر ہمہ تن مصروف ہیں وہاں بھی خواتین ہمہ تن خدمت پر مصروف ہیں اور ایک شہر میں نہیں، جگہ جگہ مختلف شہروں میں ان کی ٹیمیں کام کر رہی ہیں- ان میں بڑے بھی ہیں، ان میں چھوٹے بھی ہیں، ان میں بچے بھی مصروف ہیں اور ایک ایسا نظام ڈیویلپ (Develop) ہو رہا ہے، پنپ رہا ہے جو دن بدن وسعت پذیر ہے اور وہ جو پروگرام اب بنانے لگے ہیں ان کا معیار پہلے سے بہت بہتر ہے- اور جو پروگرام ان کے زیر نظر ہیں اور جن کے متعلق ہم نے ان کو ہدایات دیں مگر ان پر ابھی تک پوری طرح عمل درآمد نہیں کرا سکے وہ بھی اب ہاتھوں میں لے بیٹھے ہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اب ہمارے پروگراموں میں بین الاقوامیت نمایاں ہوتی چلی جائے گی- اور بین الاقوامیت کے ساتھ ساتھ معلوماتی اضافے بھی ہوتے چلے جائیں گے اور دلچسپیاں بھی بڑھتی چلی جائیں گی- آج کے بعد انشاء اللہ ہر زبان میں جو اہم دنیا کی زبان ہے ہمارے پاس وقت ہے کہ ہم ان قوموں کو پیغام پہنچا سکیں اور ان کے لئے مسلسل وقت وقف کر سکیں- بعض زبانوں میں ہفتے میں ایک گھنٹہ وقت ہو گا، بعض زبانوں میں روزانہ ایک گھنٹہ وقت ہو گا بعض میں دو گھنٹے وقف ہوں گے- حسبِ حالات انشاء اللہ تعالیٰ یہ وقت تقسیم کئے جائیں گے- اور جب یہ خدمت اپنے آخری نقطے تک پہنچے گی جس کے بعد ایم-ٹی-اے کی موجودہ استطاعت میں مزید گنجائش نہیں ہو گی تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں مجھے ایک ذرے کا بھی شک نہیں کہ خدا اور Transponder ہمیں مہیا فرمائے گا- ہمیں اور وسعتیں عطا کرے گا- **"و انّا لموسعون" کا وعدہ جہاں مادی دنیا پر ہمیں چسپاں ہوتا دکھائی دے رہا ہے اس روحانی عالم پر ضرور چسپاں ہو گا- کیونکہ یہ روحانی عالم محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کا عالم ہے- یہ اسلام کا عالم ہے، خدائے واحد و یگانہ کے اس کلام کا عالم ہے جسے ہم قرآن کہتے ہیں اور اس قرآن کی برتری کے لئے اس کی عزت اور وقار کو دنیا پر قائم کرنے کی خاطر یہ نظام جاری فرمایا گیا ہے-**

پس نظام کا محافظ خود خدا ہی ہے- ہم فکر تو کریں گے ہم عبدالمطلب کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ میں تو اونٹوں کا مالک ہوں- اس لئے اے بادشاہ میں اونٹوں کی فکر لے کر تیری خدمت میں حاضر ہوا ہوں تو خانہ کعبہ پر حملے کی غرض سے آیا ہے جو رب الکعبہ ہے جو کعبہ کا رب ہے وہ اپنے گھر کی فکر آپ کرے گا- ہم اس سے آگے بڑھ کر محمد رسول اللہ ﷺ کے جذبات اور خیالات اور خدا تعالیٰ کی خاطر وقف ہونے کی تمناؤں کے غلام بنتے ہوئے خدا سے یہ عرض کریں گے کہ دین بھی تیرا ہے، دنیا بھی تیری ہے- یہ سب کائنات تیری ہے مگر ہم اس فکر کو اپنے اوپر لگا بیٹھے ہیں، ہم اس غم سے آزاد ہو نہیں سکتے، ہم تیرے بن چکے ہیں اور تیری رضا پر نگاہ ڈالتے ہوئے، جانتے ہوئے کہ تیرا ارادہ یہ ہے کہ تمام دنیا پر اسلام غالب آئے، اس فکر میں اب غلطاں ہیں اور غلطاں رہیں گے- یہ مرض ہمیں پیارا ہے، یہ وبال ہماری جان کی آسودگی کا موجب ہے اس لئے ہم اس وبال سے پیچھے نہیں ہٹیں گے- ہاں جانتے ہیں کہ یہ تیرا کام ہے اس بات پر کامل یقین رکھتے ہیں کہ اس غم لگانے کی تیرے دین کو احتیاج نہیں- تو مستغنی ہے- ہم غم نہ لگائیں گے تب بھی تیری بات ضرور پوری ہو گی- وہ چاہتے ہیں کہ اس نور کے شعلے کو بجھا دیں جو حضرت اقدس محمد رسول اللہ کے دل پر نازل ہوا تھا- "واللہ متمّ نورہ" اور ضرور خدا اس نور کو مکمل کرے گا خواہ مشرکین اور کفار اسے کیسا ہی ناپسند کریں- یہ وہ بات ہے جو ضرور ہو کر رہے گی- پس یہ تو تقدیر کی باتیں ہیں مگر ہمارے جگر کا خون ہونا بھی تو اس تقدیر کا ایک حصہ ہے- حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں یہ وہ خدمت کا دور ہے کہ چاہئے کہ ہمارے جگر خون ہو جائیں- اس راہ میں ہم اپنے اوپر ایک موت وارد کر لیں- تاکہ خدا کے فضل اس تقدیر کو پورا کرنے کے لئے ہم پر نظر ڈالیں، ہمیں اختیار کریں، ہمیں چنیں- پس حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے یہ نہیں کہا کہ میرے تو یہ دنیا والے خدمت گار یا کارکن جو تو نے مجھے مہیا فرمائے ہیں ان تک میری رسائی ہے ان تک میری قدرت ہے باقی تیرے کام ہیں- آپ نے تو سارے عالم کا غم دل کو لگا لیا- ایسا دل کو لگایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿لعلّك باخع نفسك الا يكونوا مومنين﴾

میرا کام ہے- میں نے دنیا میں پھیلانا ہے- کیا ہو گیا ہے تیرے دل کو- تو اس غم میں ہلاک ہوا جا رہا ہے کہ تمام بنی نوع انسان کیوں جلدی سے اس نور کو قبول نہیں کرتے- پھر دوسری جگہ آنحضرت ﷺ کے جذبات کو ظاہر فرماتے ہوئے فرماتا ہے ہم جو قرآن نازل فرماتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ تو اس کو بہت جلدی جلدی دہراتا ہے اس غم اور اس فکر سے کہ کہیں اس امانت میں ایک نقطہ بھی باقی نہ رہ جائے من و عن میں اسے دنیا تک پہنچا دوں- فرمایا یہ تو میرا کام ہے، حفاظت کرنا میرے ذمہ ہے- تیرے دل کا کیا حال ہے تو اپنی زندگی کا آخری ذرہ تک اس راہ پر قربان کئے بیٹھا ہے- ہر کوشش کر رہا ہے کہ کسی طرح اس امانت کا حق ادا کر دے-

پس ہم جانتے ہیں کہ امین ہم نہیں ہیں، امین محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں- ہم جانتے ہیں کہ اگر ہم میں سے ایک بھی اس امانت میں ان کا مددگار نہ ہو تو خدا آسمان سے فوجیں اتارے گا جو ہم سے ہزار گنا بڑھ کر امین ثابت ہوں گے- مگر اگر ہم امین بننے کی وہ تمنا کریں جو محمد رسول اللہ کے دل سے اٹھی تھی تو جانتے ہیں کہ یہ مقبول تمنا ہے- پھر ہم ہی وہ فوجیں بنیں گے جو آسمان سے اتاری جاتی ہیں، ہم میں سے ہر سپاہی خدا کا سپاہی ہو گا- ہم میں سے ہر لڑنے والا آسمان سے اترا ہوا لڑنے والا ہے جو آسمان سے خدا کی خاطر، خدا کے اذن پر اس سے طاقت پا کر زمین پر نازل ہوا ہو گا- پس تم زمینی ہوتے ہوئے بھی آسمانی بن جاؤ گے اگر محمد مصطفیٰ ﷺ کے دل کی غلامی اختیار کرو گے، آپ کے جذبات کی غلامی اختیار کرو گے-

پس یہ جتنی ٹیمیں بھی دنیا میں تیار ہو رہی ہیں یہ مظہر ہیں اس بات کی کہ ہم نے خدا کے دین کے غم کو اپنا غم بنا لیا ہے- ہم میں چھوٹے بھی حاضر ہو گئے ہیں، ہم میں بڑے بھی حاضر ہو گئے ہیں- بوڑھے بھی اور بچے بھی- معمار بھی اس خدمت پر ایستادہ رہتے ہیں، کوئی پرواہ نہیں کرتے کہ ان پر کیا گزرے گی- پس ہم اس بنا پر شکر کے زیادہ سزاوار ہیں کیونکہ ان سب باتوں پر نظر کر کے یہ عظیم الشان توفیق ملنا کہ ہمیں خدا اپنی غلامی کے لئے چن لے، بہت بڑی توفیق ہے- ناقابل بیان ہے یہ رحمت، اس کی وسعتوں کی انتہاء کو ہم پا نہیں سکتے- حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند
ورنہ درگاہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گذار

مسیح موعودؑ اپنے متعلق فرما رہے ہیں ہم اپنے حال کو جانتے ہیں کہ کون ہیں اور کتنے ہیں، کتنے پانی میں ہیں- ہمارے تو بدن کا رواں رواں بھی اگر خدا کے حضور یہ عرض کرے

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند
ورنہ درگاہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گذار

فرماتے ہیں

میں تو مر کر خاک ہوتا گر نہ ہوتا تیرا لطف

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جو بھی مرتبہ تھا آپ جانتے تھے کہ یہ خدا کے کیسے فضل ہیں مگر پھر بھی جانتے تھے کہ ان فضلوں کو آپ نے اپنی ذات میں کمایا نہیں ہے- ان فضلوں کا نزول اور بظاہر وہ توفیق ملنا جس کے نتیجے میں ان فضلوں کا مسیح موعود علیہ السلام کی ان صلاحیتوں سے اٹوٹ تعلق قائم ہو گیا اس مضمون کو آپ سے بہتر اور کوئی نہیں سمجھتا تھا- مگر فرماتے ہیں

میں تو مر کر خاک ہوتا گر نہ ہوتا تیرا لطف
پھر خدا جانے کہاں یہ پھینک دی جاتی غبار

لیکن آج دیکھو کہ یہ غبار پھینکی نہیں گئی اس کا ہر ذرہ ایک روشنی کا منبع بن چکا ہے جس سے ضیائے نور تمام دنیا کو روشن کر رہی ہے-

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس عجز کا ذرہ ذرہ جو خدا کی راہ میں آپ خاک ہو گئے وہ دیکھو کتنے مرتبے پا گیا- آج عالم روحانیت کی کہکشاں وہ ذرے بن چکے ہیں اور ہم بھی وہی ذرے ہیں، وہی خاکِ پائے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں جن کو خدا نے نور کی خدمت پر مامور فرمایا ہے- وہی ہے جو ہمارے اندھیروں کو نور میں بدلے گا-

پس اپنے عجز کے مقام سے ہرگز نہ ٹلیں اور دعا کرتے رہیں تو خدا آپ سے اور بھی بڑے بڑے کام لے گا- ایسے بڑے بڑے کام لے گا کہ دنیا کو حیرت میں ڈال دے گا- اور دنیا حیرت سے دیکھے گی کہ یہ کیا ہو رہا ہے- جن بندوں کو ہم نے ذلیل اور بے طاقت سمجھ کے ٹھکرا دیا تھا، دیکھو دیکھو خدا ان سے کتنے بڑے بڑے عالمی انقلابات کے کام لے رہا ہے- یہ ہو گا اور ضرور ہو گا مگر اگر آپ اپنی حیثیت کو پہچانیں اور ہمیشہ بڑھتے

ہوئے فضلوں کے ساتھ آپ کا سر اور بھی خدا کے حضور جھکتا چلا جائے۔

پس یہ جو ٹیمیں بن رہی ہیں اللہ کے فضل کے ساتھ یہ بھی خدا کا ایک اعجاز ہے اور اس کے علاوہ جو خدا تعالیٰ خدمت کرنے والے دوسرے مہیا فرمارہا ہے جو مالی قربانی میں حیرت انگیز طور پر آگے بڑھ رہے ہیں یہ بھی خدا کا عجب اعجاز ہے۔ اور اس کے علاوہ وہ جن کا احمدیت کے ساتھ کوئی دور کا بھی واسطہ اور تعلق نہیں وہ اپنی پروفیشنل خدمات سے ہٹ کر حیرت انگیز طور پر اپنے دلوں میں نرم گوشے لئے ہوئے احمدیت کی خدمت پر تیار ہوتے ہیں۔ ہر تعاون کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہیں ان کی اس کیفیت کو دیکھ کر دل خدا تعالیٰ کے شکر کے سمندر میں غرق ہونے لگتا ہے۔ یہ انگلستان جس میں مختلف کمپنیاں ہیں ان کے رابطے ہزاروں ہوں گے اور بہت بڑے بڑے مالدار گاہکوں سے ان کے روابط ہیں لیکن جب ہماری بات سنتے ہیں تو اس طرح تیار ہوتے ہیں جس طرح ان کے گھر کی بات ہو۔ رات کو بھی خدمت پر آجاتے ہیں اور دن کو بھی آجاتے ہیں۔ ان کو بستروں سے اٹھایا جائے کہ بھئی یہ مسئلہ ہے۔ یہ نہیں کہتے کہ اس کا ہمارے ساتھ کیا تعلق؟۔ تمہارا مسئلہ ہے، تم طے کرو، ہمیں جو آدھی رات کو بے آرام کر رہے ہو یہ کیا بات ہوئی۔ وہ کہتے ہیں اچھا ہم کو ایک دن دو، ہم سوچتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں۔ پھر وہ ہر طرف نظر دوڑاتے ہیں ان راہوں پر جن سے وہ آشنا ہیں ان کی نظریں گھومتی ہیں۔ ان راہوں پر جن پر ہماری نظروں کو قدم رکھنے کی توفیق ہی نہیں ان کی نظریں پڑتی ہیں اور پھر وہ دوسرے دن اطلاع دیتے ہیں کہ مبارک ہو ہم نے یہ رستہ ڈھونڈ لیا ہے آپ یہ طریق اختیار کریں۔ حیرت انگیز اعجاز ہے۔ یقین نہیں آتا کہ ایسا ممکن ہے۔ جب انگلستان سے عالمی پروگرام جو جس کو Global Beam کہتے ہیں، گلوبل بیم کی بات ہو رہی تھی تو ایک نئی بات ہمارے سامنے آئی اور پہلی دفعہ پتہ لگا انا للہ یہ تو ہوتے ہوتے بات رہتی چلی جارہی ہے، وہ یہ تھی کہ گلوبل بیم اٹھانے کا لائسنس صرف اس کو مل سکتا ہے جس پر وہ گلوبل بیم وارد ہو رہی ہو کسی ذریعے سے۔ اگر وہ اس سے منقطع ہے تو پھر اس کو لائسنس نہیں مل سکتا۔ اب انگلستان سے ہم نے سگنل اٹھانے تھے اور یہ سگنل بہت سے ایسے ممالک میں بھی جاتے تھے جہاں انگلستان کا کوئی دخل نہیں ہے اور اس گلوبل بیم کی راہ میں یہ ایک بہت بڑی قانونی دقت درپیش تھی۔ اب دیکھیں خدا تعالیٰ نے کس طرح حل فرمائی۔ اسی نظام سے وابستہ انگلستان کے ایسے ماہرین جن کو ہم نے اس خدمت کے عوض میں کچھ بھی نہیں دیا محض مشورے کئے اور انہوں نے ہر طرف نظر ڈالی اور وہ جزیرے تلاش کئے جو مشرق بعید میں ہیں اور ابھی تک انگلستان کی Territory کہلاتے ہیں۔ اور ان جزیروں کے گورنروں سے خود بات کی اور ان کو بتایا کہ بہت شریف لوگ ہیں اور یہ ان کی خواہش ہے اور یہ سب کام کر بیٹھے تھے۔ اب یہ روک رستے میں حائل ہو گئی ہے تو ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں اس کا کوئی حل کریں اور ان گورنروں سے تحریری اجازت نامے خود حاصل کئے اور ہمیں بھجوائے کہ آپ فکر نہ کریں اب کوئی قانونی روک آپ کی راہ میں حائل نہیں رہی۔ کوئی ایک بات ہو تو کروں، بے شمار باتیں ہیں کبھی کوئی اتفاقاً اچانک ذہن میں ابھرتی ہے ورنہ اس کا تو مکمل ریکارڈ ایک عظیم تاریخ کے طور پر محفوظ کرنا ضروری ہے۔

پس یہ ساری باتیں اللہ کے فضلوں کی طرف انگلیاں اٹھا رہی ہیں۔ جس طرح اس کی تقدیر ہے جس نے کچھ فیصلے کئے ہیں اور اسی کے فضل ہیں کہ آج ہمیں چنا گیا ہے ورنہ ہم تو دنیا کی خاک بن کر اڑ چکے ہوتے اور ہمارا کوئی بھی وجود باقی نہ رہتا۔ پس وہ ٹیمیں جو خدمت کر رہی ہیں ان میں احمدی ٹیمیں بھی ہیں۔ وہ ٹیمیں جو خدمت کر رہی ہیں ان میں غیر احمدی ٹیمیں بھی ہیں۔ غیر مسلم ٹیمیں بھی ہیں اور ہر جگہ ایک ہی عالم ہے۔ جرمنی کی ضرورت پیش آئے، ہالینڈ کی ضرورت پیش آئے، فرانس کی ضرورت پیش آئے، ناروے کی ضرورت پیش آئے، کینیڈا کی، امریکہ کی، اچانک دل مائل ہونے لگتے ہیں اور ان کے دلوں میں نرمی پیدا ہو جاتی ہے اور کاروباری جو رسمیت ہے وہ غائب ہو کر ایک ذاتی گویا خاندانی خونی تعلق ہو ایسی کیفیت ان کے دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہ ایک جگہ کا حال نہیں تمام دنیا میں یہی حال ہے۔ ہر تجربے میں یہی بات سامنے آئی۔

پس یہ ایک بین الاقوامی گواہ ہے جو احمدیت کی صداقت کے لئے اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ یہ ایک عالمی گواہ ہے جو احمدیت کو اللہ کی طرف سے عطا ہوا ہے کہ جب میں تمہاری تائید میں ہوں گا تو دنیا کیا ہے اور دنیا کے غلام کیا ان سب کو تمہاری تائید کرنی ہوگی کہ جب آسمانی تائید کی آواز اٹھتی ہے تو زمین والوں کی مجال نہیں مگر اس کی تائید اور حق میں وہ اپنی آوازیں بلند کریں اس کے سوا ان کا چارہ نہیں رہتا۔ پس ہم ان کے ممنون تو ہیں، احسان مند ہیں۔ ہم بڑے محبت بھرے جذبات سے ان کے شکریے تو ادا کرتے ہیں مگر جانتے ہیں کہ اس لئے کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے "من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ"۔ وہ جس نے خدا کے بندوں کا شکر ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کیا۔ پس خدا کے ان بندوں کو جن کو خدا ہی ہمارے لئے ذریعے بناتا ہے ہم ان کے شکریے تو ضرور ادا کرتے ہیں مگر اگر اصل شکر جو واجب ہے اور دائماً واجب ہے۔ صبح کو بھی واجب ہے اور رات کو بھی۔ صبح کو بھی اور شام کو بھی اور دن کو بھی اور رات کو بھی۔ لحہ لحہ ہمارے جسم کا رواں رواں اس شکر میں ہمہ تن مصروف رہنا چاہئے خواہ بالارادہ ہو یا بلا ارادہ۔ یہ ہے جو ہم زیادہ سے زیادہ کر سکتے ہیں۔ میں جو کہتا ہوں زیادہ سے زیادہ کر سکتے ہیں یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کا سکھایا ہوا مضمون ہے کہ جو کچھ ہم کر سکتے ہیں سب اللہ ہی کی طرف سے دیا ہوا ہے۔ زیادہ سے زیادہ وہی تو پیش کر سکتے ہیں اس سے آگے ہماری توفیق کیا ہے۔ فرماتے ہیں

سب کچھ تری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

جو خدمت کی، جو خدمت کی توفیق پائی یہ بھی تو تیری عطا ہے۔ تو نہ دیتا تو ہم کیسے توفیق پاتے۔ پس ہم زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتے ہیں کہ اپنے جسم کے روئیں روئیں کو خدا کے شکر کا پابند کر دیں، اس کے لئے وقف کر دیں۔ یہ بھی ہماری استطاعت نہیں ہے کہ ایسا کر سکیں، دن رات کر سکیں، ہر لحہ کر سکیں۔ پس اگر ہم اس کا ارادہ کریں اور جب بھی شعوری طور پر ان باتوں پر نگاہ کریں اور اپنی روح کو خدا کے آستانے پر پگھلتا ہوا پائیں اور واقعۃً دل کی گہرائی سے خدا کی حمد کے ترانے اٹھتے ہوئے دیکھیں، خدا کے شکر کے گیت گاتے ہوئے اپنے آپ کو پائیں تو پھر آپ بے خبری کے عالم میں بھی ہوں گے تو آپ کا رواں رواں اس کی حمد کر رہا ہوگا۔ آپ کو نیند کی حالت میں بھی جبکہ کچھ پتہ نہیں کہ کیا کرتے ہیں اس وقت بھی خدا کی تقدیر آپ کو ایسا ہی شمار فرمائے گی جیسے سوتے میں بھی آپ ذکر الٰہی کرتے ہیں، جاگتے میں بھی ذکر الٰہی کرتے ہیں۔ یہ وہ آخری نجات کی منزل ہے جو ہر نجات کی ذمہ دار ہے۔ یہ وہ آخری نجات کی منزل ہے کہ جس کے نتیجے میں دنیا بھی سنور جاتی ہے اور آخرت بھی سنور جاتی ہے۔ اسی منزل پر سب سے بڑے نجات دہندہ کی بنا تھی یعنی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی۔ آپ نے جب یہ مضمون بیان فرمایا کہ کوئی بھی نہیں دنیا میں جو اپنی کوششوں سے بخشا جائے گا، ایک بھی جان نہیں۔ حیرت سے سوال کیا یا رسول اللہ آپ بھی۔ فرمایا 'ہاں۔ میں بھی'۔ میں بھی محض خدا کے فضل سے بخشا جاؤں گا۔ عجیب عارفانہ کلام ہے اور کیسا گہرا پیغام ہے جو ہم سب کو عطا ہوا ہے۔ اگر محمد مصطفیٰ ﷺ کو یہ عرفان نصیب ہوا ہے کہ آپ بھی فضل الٰہی کے سوا بخشے نہیں جا سکتے تو ہم کون ہیں اور ہماری کیا حیثیت ہے۔ اس راز کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس شعر نے مجھ پر حل فرمایا جس کو میں نے آپ کے سامنے رکھا ہے اس مصرعے میں کہ

سب کچھ تری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

ورنہ پہلے کبھی سمجھ نہیں آیا کرتی تھی کہ آنحضور ﷺ جو ایک ذرہ بھی مبالغہ سے تعلق نہیں رکھتے تھے آپ کی انکساری بھی تمام تر سچی ہوا کرتی تھی کیسے آپ نے یہ فقرہ فرما دیا۔ آپ کو تمام دنیا کی نیکیوں کے بہترین حصوں کو اپنانے کی توفیق ملی۔ آپ کو مکارم الاخلاق پر قدم رکھنے کی توفیق ملی کہ آپ خدا کے حضور میں کیسے بنے سنورے اور تقویٰ کے حسن کے ساتھ ایسے مزین ہو کر پیش ہوئے ہیں کہ کبھی دنیا کی آنکھ نے یا آسمان کی آنکھ نے ایسا سجا ہوا متقی پہلے نہیں دیکھا تھا۔ پھر بھی فرماتے ہیں کہ ہاں میں بھی خدا کے فضل کے سوا بخشا نہیں جاؤں گا۔ یہ معمہ تھا جو حل نہیں ہوتا تھا۔ مگر جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر میں نے پڑھا کہ

سب کچھ تری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

تب اس راز کی سمجھ آئی کہ آنحضرت ﷺ کو اپنے ہر عالی منصب پر، ہر بلند تر مرتبے پر جو آپ کو عطا ہوتا تھا یہ خیال ہمیشہ جانشین رہتا تھا، دل میں جگہ بنائے ہوئے تھے اور یہ یقین دل میں جاگزیں تھا کہ یہ سب خدا کا فضل ہے اس نے مجھے یہ صلاحیتیں بخشیں یہ سب خدا کا فضل ہے اس نے ان صلاحیتوں کو اپنے حضور مسخر کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔

پس اس عظیم مضمون کو سمجھتے ہوئے اس شاہراہ اسلام کی ترقی کی راہ پر آگے بڑھتے رہیں۔ آپ جو کل چل رہے تھے، آج دوڑ رہے ہیں۔ آپ جو آج دوڑ رہے ہیں ان کو فضاؤں میں اڑنا بھی نصیب ہوا ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا اب یہ فیصلہ ہے کہ **مسیح محمدی کے لئے آسمان کی فضائیں مسخر کی جائیں گی اور ان تمام مراتب میں جو آسمانی سفروں سے تعلق رکھتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں کو سب دنیا کی دوسری قوموں اور انسانوں پر ایک برتری عطا ہوگی**۔ پس یہ آسمانی سفر کا آغاز ہوا ہے۔ یہ ایم۔ٹی۔اے کی لہریں جو تمام دنیا میں آسمان سے اترتی ہیں یہ اس سفر کا آغاز ہے۔ ابھی بہت کچھ ہے جو آگے آنے والا ہے۔ اگلی صدیاں جو کچھ دیکھیں گی آپ یہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود تصور بھی نہیں کر سکتے کہ کتنی بڑی عظمتوں کی بنا ڈالی جا چکی ہے۔ پس اللہ کے فضلوں کا شکر ادا کرتے ہوئے آگے بڑھیں۔

اگر آپ اپنے عجز کا دامن نہیں چھوڑیں گے تو فاصلے زیادہ تیزی سے طے ہوں گے۔ اگر آپ انکساری کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں گے تو جو چیزیں آپ کو اگلی صدی کے کنارے پر ایک ہیولا کی طرح دکھائی دے رہی ہیں وہ قریب آنی شروع ہو جائیں گی اور وہ آپ کی طرف بڑھیں گی۔ یہ وہ مضمون ہے جو میں نے ابتدائے خلافت میں ہی جماعت کے سامنے خوب کھول کر رکھا اور بار بار بیان کیا۔ میں نے کہا، میں آج خدا کے فضلوں کو جو بہت سے چلے آ رہے ہیں ان کو دیکھ رہا ہوں۔ ان کے قدموں کی چاپ سن رہا ہوں۔ آج جن باتوں کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے ان عظیم فتوحات کو میں اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ اس لئے یقین کرو کہ ایسا ضرور ہوگا۔ اب جو کچھ ہمیں عطا ہوا ہے کوئی دنیا کی عقل یہ نتیجہ آج سے چند سال پہلے نکال ہی نہیں سکتی تھی کہ اس طرح فتوحات ہماری طرف بڑھیں گی جبکہ ہمیں تیزی کے ساتھ ان کی طرف بڑھنے کی توفیق نہیں، خدا تعالیٰ وہ توفیق عطا فرمائے گا جو آج دنیا کی بڑی بڑی حکومتوں کو عطا نہیں ہوئی۔ وہ میل ہا میل اور سالوں ہم سے پیچھے رہ چکے ہیں اور ان کو وہ توفیق مل ہی نہیں سکتی جو خدا نے احمدیت کے لئے مقدر کر رکھی ہے۔

پس دعائیں کرتے ہوئے خدا کے حضور اپنے سروں کو جھکائے ہوئے اپنی روحوں کو سجدہ ریز رکھتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جائیں، انہیں سجدوں سے ہماری سب رفعتیں وابستہ ہیں، ہمیں سربلندیاں نصیب ہوں گی مگر ہم کیا ہیں ہماری سربلندیاں کیا!۔ ہماری تمنا یہ ہے کہ ہمارے سر، اسلام کے سر کے ساتھ بلند ہوں۔ ہمارے وجود اسلام کا ایک ایسا اٹوٹ حصہ بن جائیں کہ ہم اٹھیں تو اسلام اٹھے، ہم سربلند ہوں تو تب سربلند ہوں اگر اسلام سربلند ہو رہا ہو۔ اس وقتِ کامل کی روح کے ساتھ دعائیں کرتے ہوئے آپ آگے بڑھیں۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ)

واقفین نو کے بارہ میں اہم ہدایات

☆ خوش مزاجی اور اس کے ساتھ تحمل یعنی کسی کی بات کو برداشت کرنا، یہ دونوں صفات واقفین نو بچوں میں بہت ضروری ہیں۔

☆ اپنے (واقفین نو کے) گھر میں اچھے مزاح کو جاری کریں، قائم کریں۔

☆ برے مزاح کے خلاف واقفین نو بچوں کے دل میں بچپن ہی سے نفرت اور کراہت پیدا کریں

(وکالت وقف نو ربوہ)

fozman foods
A LEADING BUYING GROUP FOR GROCERS AND C.T.N. SHOPS
2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX
TELEPHONE
0181-478 6464
0181-553 3611

خطبہ جمعہ

نفس مطمئنہ ہی ہے جو بالآخر فتح پائے گا

آج جماعت احمدیہ کو ضرورت ہے کثرت کے ساتھ نفس مطمئنہ پیدا کرنے والوں کی

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۱۶/ مئی ۱۹۹۷ء بمطابق ۱۶/ ہجرت ۱۳۷۶ ہجری شمسی بمقام بیت الرشید ہمبرگ (جرمنی)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله—

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم— بسم الله الرحمٰن الرحيم —

الحمدلله رب العٰلمين — الرحمٰن الرحيم — مٰلك يوم الدين — إياك نعبد و إياك نستعين —

اهدنا الصراط المستقيم — صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين—

الذين آمنوا و تطمئن قلوبهم بذكرالله. الا بذكرالله تطمئن القلوب.

الذين آمنوا و عملوا الصٰلحٰت طوبیٰ لهم و حسن مآب.(الرعد: ۲۹، ۳۰)

آج کا یہ خطبہ میں ہمبرگ سے دے رہا ہوں اور یہاں سے براہ راست نشر کیا جا رہا ہے یعنی انٹر نیشنل احمدیہ ٹیلی ویژن کے ذریعے تمام دنیا میں یہاں سے براہ راست نشر کیا جا رہا ہے۔ چونکہ جس کمپنی سے انہوں نے بات کی تھی اس کی وین میں کچھ خرابی ہو گئی تھی اس لئے بجائے وقت پر شروع ہونے کے تقریباً پندرہ منٹ بعد میں یہ خطبہ شروع ہو رہا ہے۔

جماعت احمدیہ جرمنی کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ بڑی تیزی کے ساتھ مختلف پہلوؤں سے ترقی کی توفیق عطا فرما رہا ہے اور دن بدن ان کے کام بڑھتے جا رہے ہیں اور کام کرنے والے ہاتھ بھی اللہ کے فضل سے بڑھ رہے ہیں یعنی بہت سے ایسے نوجوان یا بڑے چھوٹے جو پہلے باقاعدہ جماعت کے کاموں میں حصہ نہیں لیا کرتے تھے اب ایک غیر معمولی قوت کے ساتھ جماعت کی طرف کھنچے چلے آ رہے ہیں اور کام کرنے والوں کی تعداد رات دن بڑھ رہی ہے لیکن ابھی تربیت کی بہت ضرورت ہے اور ابھی انفرادی طور پر ہر شخص کے تقویٰ کے معیار بڑھانے کی بھی ضرورت ہے۔ کیونکہ کام کرنے والے بہرحال خلوص سے آتے ہیں، دنیا کی لذتیں چھوڑ کر، دنیا کی دلچسپیوں سے منہ موڑ کر جب وہ دین کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیتے ہیں تو یہی ایک بہت بڑی بات ہے جو ان کے تقویٰ یا نہاں تقویٰ کو ظاہر کرتی ہے۔

تقویٰ بھی نہاں ہوتا ہے اور ظاہر ہوا کرتا ہے۔ **نہاں تقویٰ وہ بیج ہے تقویٰ کا جس کے نتیجے میں انسان دنیا سے منہ موڑتے ہوئے اللہ کے کاموں کی طرف توجہ شروع کرتا ہے۔** لیکن اس کے بڑھنے میں، اس کی نشوونما پانے میں ابھی بہت سی منازل باقی ہیں۔ پس اس پہلو سے میں نے یہ دعا کی اور آپ کو بھی اس دعا میں شامل کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جماعت جرمنی کے تمام کارندوں کو پہلے سے بڑھ کر تقویٰ عطا فرمائے اور ان کا تقویٰ ان کے اعمال میں ظاہر و باہر ہو۔ اور بہت سی ایسی خرابیاں اور کمزوریاں جو انفرادی طور پر جماعتوں میں پائی جاتی ہیں یا اجتماعی طور پر جماعتوں میں پائی جاتی ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو دور فرما دے۔ پس ﴿كفر عنا سياتنا﴾ کی دعا ہمیشہ جاری رہنی چاہئے کہ اے ہمارے رب ہماری برائیوں کو ہم سے دور فرماتا چلا جا اور فرماتا رہ۔

کل جو پروگرام ہوئے تھے ان سے یہ بھی اندازہ ہوا کہ بڑھتے ہوئے کاموں کے نتیجے میں غیروں کا رجحان بڑی تیزی سے جماعت کی طرف ہو رہا ہے اور کام بعض دفعہ اتنے پھیلے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے وہ سنبھالے نہیں جا رہے۔ مثلاً کل جماعت کی توقع تھی کہ سو ڈیڑھ سو افراد آئیں گے۔ یعنی زیادہ سے زیادہ ان کا یہ خیال تھا۔ کچھ فرانسیسی بولنے والے، کچھ ترکی بولنے والے، کچھ عربی بولنے والے۔ لیکن خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جو غیر از جماعت اور غیر مسلم کل شامل ہوئے ہیں ان کی تعداد تین سو سے بھی اوپر تھی اور ان میں مختلف زبانوں کے بولنے والے اصرار کر رہے تھے کہ ہمیں بھی موقع دیا جائے، ہمارے سوالات کے بھی جوابات ملنے چاہئیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تقریباً سوا دو گھنٹے کی مجلس کے باوجود سب ہی پیاسے معلوم ہو رہے تھے اور چاہتے تھے کہ انہیں کچھ اور موقع ملنا چاہئے۔

پس میں نے سوچا کہ دراصل اب یہاں کے لئے صرف ایک ایسی مجلس کافی نہیں جس میں چار پانچ زبانوں والے شامل ہوں بلکہ یہاں بھی اور جرمنی کے دوسرے حصوں میں بھی **اب زبانوں کے اعتبار سے الگ الگ مجلسیں بنانی پڑیں گی۔** جیسا کہ ہم نے پہلے بھی یہ فیصلہ کیا ہے کہ بوزنین بولنے والوں کی الگ مجلس لگا کرے اور البانین بولنے والوں کی الگ مجلس لگا کرے۔ تو کام اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھیلتے جا رہے ہیں اور ان کاموں کے ساتھ ساتھ مرکزی ذمہ داریاں بھی بڑھتی جا رہی ہیں اور یہ خوف پیدا ہوتا ہے کہ کیا میں ان سب ذمہ داریوں کو ادا کر سکتا ہوں یا نہیں مگر اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو احمدیہ انٹر نیشنل مسلم ٹیلی ویژن عطا فرمایا ہے اس کے ذریعہ بہت سے بوجھ ہلکے ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ کل ہی میں نے یہاں کے ایسے احباب کو جو مدعو تھے مگر سوال نہ کر سکے ان سے درخواست کی اور اکثر کے چہروں پر اس کے نتیجے میں چمک دیکھی کہ آپ اپنے تمام سوالات لکھ کر ایم ٹی اے، مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کو لندن بھجوا دیں اور ہم انشاء اللہ سب کے جوابات آپ کو دیں گے اور آپ ہی کی زبانوں میں ان کے جوابات کو نشر کیا جائے گا۔ لیکن علاوہ ازیں مقامی طور پر ہمیں بہت سے جواب دینے والوں کو ضرورت ہے اور یہ ممکن نہیں رہا ہمیشہ جرمنی میں جہاں میں جاؤں وہیں الگ الگ مجلسیں لگیں۔ **آپ میں سے کثرت سے ایسے آدمی اب تیار ہونے چاہئیں جو خود مجالس سوال و جواب لگائیں اور پورے اطمینان کے ساتھ، دعا کرتے ہوئے مختلف سوالات کے جواب دینا سیکھیں۔** "سیکھیں" اس لئے میں نے کہا کہ جواب دینے کے دوران ہی ان کی طالب علمی کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے اور بظاہر وہ استاد بن کر جواب دے رہے ہوتے ہیں مگر ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ ان کو سکھاتا چلا جاتا ہے اور یہ ایک میرا وسیع تجربہ ہے جس میں میں آپ کو بھی شامل کرنا چاہتا ہوں۔

یہ خیال دل سے نکال دیں کہ بہت بڑے علم کی تیاری کے بعد آپ کو غیروں کے سوالات کا اطمینان بخش جواب دینے کی توفیق مل سکتی ہے۔ بسا اوقات انسان ایک سوال سے بالکل ناواقف اور اس بات سے بالکل بے بہرہ ہوتا ہے کہ سوال کرنے والے کو کیسے مطمئن کیا جائے اور اچانک اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دل میں ڈالتا ہے اور جو خدا دل میں ڈالتا ہے وہی بات درست نکلتی ہے۔ پس یہ سلوک کسی ایک شخص سے نہیں ہے ساری جماعت سے ہے اور جماعت احمدیہ کے وقار کی خاطر اللہ تعالیٰ نے یہ اپنی رحمت کا سلسلہ جاری فرمایا ہے۔ چنانچہ بہت سے احمدی جو کم علم رکھنے کے باوجود وقت کی مجبوری کے پیش نظر مختلف دلچسپی رکھنے والوں کے سوالات کا جواب دینا چاہتے ہیں بسا اوقات مجھے لکھتے ہیں کہ اس طرح ہم تو بغیر تیاری کے تھے، کوئی علم نہیں تھا مگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ہمیں وہ بات سکھا دی جس کے نتیجے میں پوچھنے والوں کے دل مطمئن ہوئے۔

پس جماعت جرمنی کے بڑھتے ہوئے کام پر گھبرانے کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ نے ہی یہ کام سنبھالنے ہیں وہی ہمیشہ سنبھالتا چلا آیا ہے اور اس فکر کی ضرورت نہیں کہ اب ہم کیا کریں گے۔ کچھ آپ میں کام کرنے والے پہلے سے بڑھ کر آگے آئیں گے، جو آگے آ چکے ہیں اللہ ان کی تربیت فرمائے گا اور ان کو پہلے سے بہتر ان بڑھتے ہوئے کاموں کے تقاضے پورے کرنے کی توفیق بخشے گا۔ لیکن **یہ کام تو اب پھیلنے ہی پھیلنے ہیں اور انہیں بڑھنا ہے۔ اس خوف سے کہ ہم ان کو سنبھال سکیں گے کہ نہیں آپ نے اپنے قدم نہیں روکنے اور**

یہی میری نصیحت دنیا بھر کی جماعتوں کو ہے جو اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہی ہیں

کہ بعض دفعہ وہ منتظمین جو مختلف جماعتوں میں کاموں کے سربراہ ہیں حیران رہ جاتے ہیں کہ اب ہم کیا کریں گے اور آئندہ ہمارا کیا لائحہ عمل ہونا چاہئے۔ کیا اپنے کام روک لیں تاکہ جو لوگ ہاتھ آئے ہیں ان کو سنبھال سکیں یا اسی رفتار سے آگے بڑھتے رہیں۔

یہ سوال ہے جو مختلف امراء اور مربیوں کے ذہنوں میں ابھر رہا ہے لیکن میں نے ان کو جو ترکیب بتائی، جو بات سمجھائی وہ جہاں فی الحقیقت پوری طرح عمل میں آئی ہے وہاں ان کے سارے مسئلے خدا تعالیٰ کے فضل سے حل ہوئے بلکہ بہت سی نئی باتیں ان کو ایسی سمجھ آئیں جن کی طرف پہلے خیال نہیں گیا تھا۔ میں نے جماعتوں کو مثلاً افریقہ کی جماعتوں کو جہاں بہت تیزی سے جماعت پھیل رہی ہے، کئی ممالک ایسے ہیں جہاں اس وقت تین لاکھ کے لگ بھگ احمدی ہو چکے ہیں اور آئندہ ان کی توقع ہے کہ کم و بیش دو لاکھ بقیہ وقت میں اور مل سکتے ہیں۔ تو جہاں پانچ پانچ لاکھ کی تربیت کی ذمہ داری ڈالی جا رہی ہو وہاں آپ تصور کر سکتے ہیں کہ منتظمین کا کیا حال ہوگا جنہوں نے ان کو سنبھالنا ہے اور پھر آگے اور بھی قدم بڑھانا ہے۔

اور حسن اتفاق یہ ہے کہ یہ سال مباہلے کا سال ہے اور اس مباہلے کے سال میں دشمن نے یہ چیلنج دیا تھا اور بڑی بڑی مساجد میں دعائیں کروائی گئیں، جرمنی میں بھی دعائیں کرائی گئیں کہ اے خدا یہ سال احمدیت کی ہلاکت کا سال ثابت ہو، سارے مشن بند ہو جائیں، جو ترقی ہو رہی ہے وہ ساری قدم روک لے اور تو ایسا کر کہ ان کے قدم واپس ہونے شروع ہو جائیں اور ہر جگہ سے احمدیت کی صف لپیٹی جائے۔ یہ دعائیں ہیں جو ایک جمعے کا دن منا کر انگلستان کے اکثر علماء نے مل کر اپنی مساجد میں مانگیں اور جرمنی کی مساجد میں خصوصیت کے ساتھ یہ دعائیں منگوائی گئیں۔ غالباً جرمنی اس لئے کہ اب انگلستان کے بعد سب سے زیادہ خطرہ جرمنی سے ہے اور ان کو ڈر ہے کہ یہاں کی جماعت اس تیزی سے پھیل رہی ہے کہ کچھ عرصے کے بعد ان کی کچھ پیش نہیں جائے گی۔

بہرحال یہ دعائیں وہ مانگ چکے ہیں اور مانگ رہے ہیں لیکن اسکے برعکس اللہ تعالیٰ ہمیں بھی کچھ دعاؤں کی توفیق بخش رہا ہے اور ان کی قبولیت کے وعدے فرما رہا ہے اور قبولیت کے نشان دکھا رہا ہے۔ پس وہ تعداد جو گزشتہ سال سولہ لاکھ کے قریب تھی سارے سال میں اور اکثر حصہ اس کا سال کے آخر پر ہوا کرتا ہے آخری چند مہینے میں، یہ آج تک تقریباً اتنی ہی تعداد کو پہنچ چکی ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے آئندہ جو امیدیں ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہرگز بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ گزشتہ سولہ لاکھ کو اس دفعہ دگنا کر دے۔ تو سوال یہ اٹھتا رہا ہے کہ ہم ان کو کیسے سنبھالیں گے جو جواب میں نے ان کو سکھایا اور آپ کو بھی سکھایا کئی دفعہ جماعت جرمنی کو ہدایت کی، اب پھر میں اس کو دہرا رہا ہوں۔ دنیا میں جماعتوں کو اس کی ضرورت ہے وہ ہے کہ میں نے ان جماعتوں کو ہدایت کی کہ اب آپ نے تربیت کے لئے الگ انتظار نہیں کرنا۔

دو قسم کی ٹیمیں بنائیں ایک تبلیغی ٹیم جو تیزی کے ساتھ آگے بڑھنا شروع ہو اور دوسری تربیت کی ٹیم، جو جو لوگ احمدیت میں داخل ہوں ان کو سنبھالنے پر مقرر ہوں۔

اور ان کو کام اس طرح کرنا ہوگا کہ فوری طور پر ان علاقوں میں جہاں جماعت پھیلی ہے اچھی نیک فطرت روحوں کی تلاش کریں اور وہاں تربیتی کلاسز لگائیں اور ان کی تربیت کی کلاسوں میں احمدیت کے بنیادی عقائد بھی داخل ہوں اور آئندہ تبلیغ کیسے کرنی ہے یہ بھی تربیتی کلاس کا حصہ ہو اور نیک دل، نیک فطرت لوگ جو آگے بڑھنے کی طاقت رکھتے ہیں یا ہمت رکھتے ہیں ان کو شامل کریں اور ان میں ائمہ مساجد کو بھی داخل کریں، ان میں نوجوانوں کو جن میں جذبہ ہے ان کو شامل کریں۔ اور ان کی کلاس کا امتحان یہ ہوگا کہ جب وہ کلاس ختم ہو تو اپنے علاقے میں مزید تبلیغ کے لئے پھیل جائیں اور پہلے تو جو احمدی ہوئے ہیں ان کو خود اپنی زبان میں تبلیغ کریں اور سمجھائیں کہ احمدیت کیا ہے۔

یہ اس لئے ضروری ہے کہ عمومی احمدیت کی سچائی کس طرح جلوہ دکھانے لگی ہے کہ بڑی تعداد میں لوگ ایسے بھی ہیں جن کو تفصیل سے علم نہیں یہاں تک کہ اس نئے تربیتی نظام کے تابع مجھے یہ معلوم کر کے حیرت ہوئی کہ بہت سے آئمہ مساجد جو احمدی ہوئے تھے احمدی ہونے کے باوجود ان کو احمدیت کا پورا پتہ نہیں تھا۔ ایک عام جذبہ سا ہے جو پھیل رہا ہے جیسے دن چڑھ جائے تو مختلف کونوں کھتروں میں، مختلف جگھوں میں جہاں سائے پڑے ہیں وہاں بھی روشنی اثر دکھانے لگتی ہے تو ان علاقوں میں احمدیت کا سورج تیزی سے طلوع کر رہا ہے کہ اب دیوار کے پیچھے اندھیرے بھی اندھیرے نہیں رہے وہاں بھی روشنی کچھ نہ کچھ نفوذ کر گئی ہے۔ پس اس وجہ سے پوری طرح احمدی عقائد، احمدی طرز عمل کا علم نہ ہونے کے باوجود یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ احمدیت میں داخل ہونے کا ایک رجحان رکھتے ہیں۔

تربیتی کلاس جو میں نے بیان کی یا تربیتی کلاسیں جن کا میں نے ذکر کیا ہے ان میں ان کو بتایا جاتا ہے کہ احمدیت کی حقیقت کیا ہے۔ غیروں سے کیا نمایاں فرق ہے۔ عمل میں کیا فرق پڑنا چاہئے۔ روزمرہ کی عبادت میں جو بعینہ آنحضرت ﷺ کی سنت کے مطابق ہے کیسے جان ڈالی جائے، کیسے اس میں روح پیدا کی جائے، کس طرح آپ میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ سے ایک ذاتی تعلق قائم کرے اور دعاؤں کے ذریعہ اس تعلق کو بڑھائے اور محسوس کرے کہ وہ زندہ ہو گیا ہے۔ یہ امور جب تربیتی کلاس کے ذریعہ ہم نے ان علاقوں میں نئے آنے والے احمدیوں کو بتانے شروع کئے، ان کو سمجھانے شروع کئے تو حیرت انگیز انقلاب پیدا ہوا ہے۔ بہت سے ائمہ کلاس کے بعد بڑے جوش سے اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا ہمیں تو اب پتہ لگا ہے کہ ہم نے کیا حاصل کیا ہے اور اب ہمارا وعدہ ہے کہ ہم کثرت کے ساتھ اپنی قوم میں جا کر گھر گھر دروازے کھٹکھٹائیں گے اور ان کو بتائیں گے کہ احمدیت کتنی بڑی نعمت ہے۔ اور اب جو تیزی آئی ہے تبلیغ میں یہ ان کی وجہ سے بھی آئی ہے۔ صرف پرانے مبلغین نہیں ہیں جو کام کر رہے ہیں۔ نئے آنے والوں کی جب تربیت ہوتی ہے تو ان میں ایک نیا جوش پیدا ہو جاتا ہے وہ اپنے اپنے علاقے میں اپنی اپنی قوموں کو احمدیت کا پیغام بڑی تیزی سے پہنچاتے ہیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یہ سلسلے اب تیز سے تیز تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

یہ وہ امور ہیں جن کی جماعت جرمنی کو بھی ضرورت ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ بہت سی جگہ جماعت جرمنی ایسا کر بھی رہی ہے۔ کئی ایسے گروہ ہیں جو زبانوں یا قومی لحاظ سے جرمنی میں ایک تشکل اختیار کر چکے ہیں۔ بہت سے ان میں سے اکٹھے بھی ہیں۔ ان میں تبلیغ کے نتیجے میں جتنے بھی احمدی ہوتے ہیں لازم ہے کہ ان کی فوری روحانی تربیت بھی ساتھ ساتھ کی جائے۔ ان میں سے ہر ایک کو محسوس ہو کہ وہ پہلے مردہ تھا اب زندہ ہو چکا ہے۔ ہر ایک یہ محسوس کرے کہ اس کا خدا سے ایک زندہ تعلق قائم ہو گیا ہے۔ یہ چیزیں ہیں جو حقیقت میں انسان کو نفس مطمئنہ عطا کرتی ہیں۔ کل کی جو یہاں سوال و جواب کی مجلس ہوئی تھی اس کے بعد ایک اردو میں سوال و جواب کی مجلس ہوئی وہاں جو سوالات اٹھائے گئے ان میں سے ایک نفس مطمئنہ کے متعلق بھی تھا۔ چنانچہ میں نے آج ایک ایسی آیت کا انتخاب کیا جو اطمینان قلب کے مضمون پر روشنی ڈالتی ہے اور اس مضمون کا جو میں مضمون بیان کر رہا ہوں اس سے ایک گہرا تعلق ہے۔

نفس مطمئنہ ہی ہے جو بالآخر فتح پائے گا، نفس مطمئنہ ہی ہے جس کے نتیجے میں دنیا میں احمدیت کے اوپر یقین گہرا اور کامل ہوتا چلا جائے گا اور ایسے لوگ پیدا ہونگے جن پر کبھی کوئی تزلزل نہیں آ سکتا۔

ان کے واپس ہٹنے یا پیچھے جانے کا کوئی سوال باقی نہیں رہتا۔ نفس مطمئنہ جسے نصیب ہو جائے اسے سب کچھ نصیب ہو گیا۔ پس کل کی مجلس میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ بعض اوقات انسان محسوس کرتا ہے کہ اسے نفس مطمئنہ عطا ہو چکا ہے مگر بعض دفعہ کچھ دیر کے بعد لگتا ہے کہ نہیں، تو وہ کیا پہچان ہے کہ ہم یقین کر سکیں کہ ہمیں نفس مطمئنہ مل گیا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ اور سوال تھے مثلاً جو آج کل وظائف وغیرہ جاری ہیں، ٹونے ٹوٹکوں کے ذریعے بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ دنیاوی اور دینی مقاصد حاصل کر لیں گے ان کے متعلق بھی بعض عورتوں کی طرف سے سوالات تھے۔ تو اب میں سمجھتا ہوں یعنی اس وقت میں نے کل ہی سوچا تھا کہ آج کے جمعہ میں میں ان دونوں امور کی طرف توجہ دلاؤں گا تاکہ جماعت جرمنی میں جو سوالات اٹھائے گئے ہیں وہ آج آپ کی وساطت سے باقی دنیا کے سامنے بھی رکھے جائیں اور جہاں تک مجھ میں توفیق ہے میں ان کا جواب آپ کو دے سکوں۔

سب سے پہلے نفس مطمئنہ کی بات ہے قرآن کریم کی وہ آیت جو میں نے منتخب کی ہے وہ فرماتی ہے ﴿الذین آمنوا و تطمئن قلوبھم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب﴾۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان پاتے ہیں۔ یہاں سب سے اہم بات یہ ہے کہ ایک طرف یہ فرمایا گیا

Earlsfield Properties

Landlords & Landladies

Guaranteed rent

Your properties are urgently required.

Tel : 0181-265-6000

﴿الذین آمنوا و تطمئن قلوبھم بذکر اللہ﴾ اور پھر یہ فرمایا گیا کہ ذکر اللہ سے ہی دل اطمینان پاتے ہیں۔ تو یہ دو باتیں ہیں تو جو لوگ ایمان لاتے ہیں اللہ کے ذکر سے ان کے دلوں کو اطمینان پانا چاہئے، یہ مضمون ہے جسے اطمینان قلب کی حقیقت سمجھنے کے لئے سمجھنا ضروری ہے۔

ہر انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ کے ذکر سے دل اطمینان پاتے ہیں مگر کتنے ہیں جو اللہ کے ذکر سے واقعۃً دلوں کا اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ پس اس آیت میں جو دو بظاہر الگ الگ باتیں کی گئی ہیں وہ ہیں ہی الگ الگ۔ مراد یہ ہے کہ اگرچہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان پانا چاہئے مگر کم ہیں جو اللہ کے ذکر سے دلوں کا اطمینان پا لیتے ہیں۔ پس وہ جو اللہ کے ذکر سے دلوں کا اطمینان پا لیتے ہیں وہی ہیں جنہیں نفس مطمئنہ عطا ہوتا ہے۔ اب یہ جو مسئلہ ہے اسے عام زبان میں جسے سب لوگ سمجھ سکیں کچھ کھول کر بیان کرنا ضروری ہے۔ ہر شخص کو دل کا اطمینان نصیب ہونے کا ایک تجربہ ضرور ہے، ہر شخص کا دل کسی نہ کسی چیز سے اطمینان پاتا ہے۔ اب آپ نے کوئی مقصد اپنی زندگی کا بنا رکھا ہے، کسی کو دولت چاہئے، کسی کو اچھا مکان چاہئے، کسی کو اچھی سواری چاہئے، کسی کو اچھا گھر چاہئے یا گھر سے باہر کی لذتیں درکار ہیں۔ یہ ساری خواہشات ہیں جن کے پورا ہونے سے دل اطمینان پاتا ہے اور بظاہر یہ بات درست نہیں لگتی کہ ﴿الا بذکر اللہ تطمئن القلوب﴾ خبردار صرف اللہ کا ذکر ہے جس سے دل اطمینان پاتا ہے۔ انسان اپنے روزمرہ کی سوچ میں اور روزمرہ کے تجربے میں یہ بات دیکھ رہا ہے کہ جو چیز اسے چاہئے، جو چیز وہ چاہتا ہے، جس کی اس کو طلب ہے جب مل جاتی ہے تو اسے اس میں اطمینان نصیب ہو جاتا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ کا یہ کہنا کیا مطلب رکھتا ہے کہ اللہ کے ذکر کے سوا کسی چیز سے دل کو طمانیت نصیب نہیں ہو سکتی۔ ایک یہ پہلو ہے جس کو آپ خوب اچھی طرح غور کر کے سمجھ لیں۔ دنیا میں جتنی بھی خواہشات آپ رکھتے ہیں، ہر قسم کی خواہشات، اس میں نیکی بدی ہر چیز کی خواہش ہے اس کے پورا ہونے پر آپ کا دل مطمئن ہوتا ہے۔ یہ آپ کا تجربہ ہے لیکن اس کے ساتھ ایک اور تجربہ بھی ہے کہ کچھ دیر دل اس پر مطمئن رہتا ہے پھر مطمئن نہیں رہتا پھر مزید کی ہوس دل کو بے چین کر دیتی ہے۔ جو لوگ تاجر ہیں ان کو اگر اپنی تجارت کی زندگی کے آغاز کے ساتھ موجودہ کامیابیوں کا مقابلہ کرنے کی توفیق ملے تو وہ یہ دیکھ کر حیران ہونگے کہ وہ جب شروع شروع میں بیچارے تجارتیں کرتے پھرتے تھے یہاں سے کچھ کپڑا خریدا وہاں جا کے بیچا تو اس وقت تمنائیں بھی چھوٹی تھیں۔ ان کا دل چاہتا تھا کسی طرح اتنا منافع ہونا شروع ہو جائے کہ میں اپنے بال بچوں کو اچھی زندگی دے سکوں اور جب وہ نصیب ہوا تو تجارت کے اور رستے ان کے سامنے کھل گئے اور بال بچوں کو اچھی زندگی دینا مقصود نہ رہا بلکہ اس پر دل کو پورا اطمینان باقی نہ رہا۔ اب خواہش یہ ہے کہ اس تجارت کو بڑھا کر بعض چیزوں کے کارخانے کیوں نہ لگالوں اور جنہوں نے کارخانے لگائے ان کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ ان کارخانوں کو انٹرنیشنل تجارت یعنی تمام دنیا میں تجارتوں کے ذریعے اتنا فروغ دوں کہ میں اپنی اس پروڈکشن میں، جو کاروبار میں کر رہا ہوں اس میں اور زیادہ چمکوں۔ اور جو اور زیادہ چمکتے ہیں پھر اور زیادہ بڑے ہاتھ ڈالنے لگتے ہیں یہاں تک کہ بسا اوقات شیطان دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ تمہیں سچا اطمینان اس وقت تک نہیں مل سکتا جب تک لاکھوں مارک تم بینک سے قرضہ لے کر اپنی تجارت کو اور زیادہ بڑھا نہ لو۔ چنانچہ وہ نفس مطمئنہ کی تلاش میں کہ شاید وہاں جا کر میرے دل کو اطمینان نصیب ہو لاکھوں مارک قرضہ اٹھا لیتا ہے اور پھر ایسا دھکہ لگتا ہے تجارت کو کہ سب کچھ ہاتھ سے نکل جاتا ہے لیکن جس کے ہاتھ سے سب کچھ نکلے وہ جانتا ہے کہ دنیا کا اطمینان، اطمینان کی آخری منزل نہیں۔

جو دنیا کی طلب ہے اس میں اطمینان کو کبھی بھی آخری منزل نصیب نہیں ہوا کرتی اور انسان اس پر ٹھہر نہیں جایا کرتا بلکہ اطمینان کی نئی نئی راہیں اس کو دکھائی دینے لگتی ہیں کہ ان راہوں پر چلوں گا تو مجھے اطمینان نصیب ہوگا اور ساری زندگی اطمینان کی تلاش میں گزر جاتی ہے۔ ہر منزل کو اطمینان سمجھتا ہے مگر ہر منزل پر پہنچ کر معلوم ہوتا ہے کہ اطمینان کی منزل اس سے آگے تھی۔ پس یہ جو خیال ہے عامۃ الناس کا کہ ہم تو روزمرہ کی زندگی میں مادہ چیزوں کے حصول پر بھی اطمینان قلب حاصل کر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ﴿الا بذکر اللہ تطمئن القلوب﴾ وہ اگر آیت کے اس حصے پر غور کریں تو ان کو معلوم ہوگا کہ ان کا اطمینان کا تصور جھوٹا تھا۔

دنیا کی پیروی سے، دنیا کو حاصل کرنے کے نتیجے میں بھی اطمینان نصیب نہیں ہوتا مگر بہت سے ایسے ہیں جن کو دنیا حاصل بھی نہیں ہوتی۔ وہ بیچارے پیچھے بھاگتے پھرتے ہیں، زور لگاتے ہیں مگر کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ بہت سے ایسے ہیں جو کچھ ہاتھ میں تھا وہ بھی گنوا بیٹھتے ہیں۔ بہتوں کی تجارتیں اس طرح ڈوبتی ہیں کہ اپنے ماں باپ سے کمائی ہوئی جائیدادیں جو ان سے ورثے میں پائی تھیں وہ بھی غرق کر دیتے ہیں تو اطمینان ہے کہاں؟ حاصل میں بھی اطمینان کوئی نہیں اور لاحاصل میں بھی کوئی اطمینان نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿الا بذکر اللہ تطمئن القلوب﴾ غور سے سنو اس بات کو، سمجھو کہ اللہ کے ذکر میں اطمینان ہے اور اسی میں اطمینان ہے۔ مگر اللہ کے ذکر میں اطمینان تب ہو سکتا ہے جب اللہ کا ذکر اچھا لگے۔ اگر اللہ کا ذکر اچھا نہ لگے تو اس میں کیسے اطمینان ممکن ہے۔

پس یہ ایک دوسری منزل ہے جو ایک مشکل منزل ہے جس کو طے کرنا آسان نہیں۔ یعنی اللہ سے کیسے اتنا دل لگایا جائے کہ اس کے ذکر سے اطمینان نصیب ہو اور جب تک یہ نہ ہو انسان کے دل کو اطمینان نہیں مل سکتا۔ فرمایا ﴿الذین آمنوا و تطمئن قلوبھم بذکر اللہ﴾ کچھ لوگ وہ بھی ہیں جو ایمان لاتے ہیں اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے طمانیت پا لیتے ہیں۔ ان کے ذکر کے بعد یہ فرمایا ﴿الا بذکر اللہ تطمئن القلوب﴾۔ پھر فرماتا ہے ﴿الذین آمنوا و عملوا الصلحت طوبیٰ لھم و حسن ماب﴾۔ یقیناً یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پھر نیکیوں میں آگے بڑھنے لگے ﴿عملوا الصلحت﴾ نیکیاں کرنے لگے ﴿طوبیٰ لھم﴾ ان کے لئے ایک ایسا بلند مقام ہے جس پر رشک کی نظریں پڑتی ہیں۔ طوبیٰ ایسے مقام کو کہتے ہیں جسے لوگ رشک سے دیکھتے ہوں ﴿وحسن ماب﴾ اور بہت ہی خوبصورت لوٹ کر جانے کی جگہ ہے۔

اس ساری آیت کو میں پھر مختصراً آپ کے سامنے رکھتا ہوں تاکہ اس سوال کا جواب ملے کہ ہمیں پتہ تو لگے کہ اطمینان قلب یا وہ حالت جسے نفس مطمئنہ کہتے ہیں ہمیں نصیب بھی ہوا ہے کہ نہیں۔ پہلی بات تو اس میں یہ ہے کہ اگر اللہ کے ذکر سے واقعی دل مطمئن ہوتا ہے تو لازماً اس کے نتیجے میں انسان کا دل دنیا سے رفتہ رفتہ ہٹتا چلا جانا چاہئے۔ کیوں، جس چیز میں اطمینان ہو انسان اس کو اور چاہتا ہے۔ پس ہر انسان اپنے دل کو جانچ سکتا ہے، پہچان سکتا ہے کہ مجھے نفس مطمئنہ نصیب ہوا تھا یا وہم تھا کہ نفس مطمئنہ مل گیا ہے۔ نفس مطمئنہ اگر ایک دفعہ نصیب ہو جائے تو پھر کبھی چھوڑ کر نہیں جاتا اور اطمینان میں یہ بات داخل ہے کہ وہ حالت ٹھہر جاتی ہے وہ آنی جانی نہیں رہا کرتی۔ پس اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دنیا کی باتوں میں اطمینان نہیں ہے کیونکہ ان میں کوئی قرار نہیں۔ کوئی خواہش پوری ہو جائے تب بھی قرار نہیں کیونکہ اس سے اگلی خواہش پیدا ہو جاتی ہے اور کوئی خواہش نہ پوری ہو تو تب بھی قرار نہیں۔

نفس مطمئنہ ان لوگوں کو نصیب ہوتا ہے جن کو اللہ کے ذکر پر قرار آ جاتا ہے اور اللہ کا ذکر اتنا پیارا لگنے لگتا ہے کہ غیر کے ذکر سے نظریں پھرنے لگتی ہیں اور اللہ کے ذکر پر آ کر نظریں ٹھہر جاتی ہیں۔ اور صبح و شام، رات دن، اٹھتے بیٹھتے، خدا تعالیٰ کے ذکر، اس کے احسانات، اس کے حسن و احسان کا تصور انسان کے دل پر چھا جاتا ہے اور یہ چیزیں ایسی پیاری لگتی ہیں کہ پھر دوسری چیزوں کی طرف دیکھنے کو بھی دل نہیں چاہتا یا دیکھنے کو دل چاہے بھی تو وہ بھی اللہ کے احسان کے طور پر، اس سے زیادہ ان میں براہ راست دلچسپی نہیں رہتی۔ یہ وہ کیفیت تھی نفس مطمئنہ کی آخری حالت جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو نصیب ہوئی۔ چنانچہ آپ کے تعلق بھی اپنی بیٹیوں سے، اپنی بہنوں، اپنے عزیزوں، رشتے داروں یعنی بہن جو رشتے میں بہنیں بنتی تھیں ان سب سے تھے مگر اس وجہ سے تھے کہ اللہ میرے ان تعلقات کو پیار سے دیکھ رہا ہے کیونکہ میں خدا کی خاطر بنی نوع انسان کے تعلقات کا حق ادا کر رہا ہوں اس بناء پر آپ کو دنیا کے رشتوں سے منہ موڑنا نہیں پڑا، تعلق توڑنا نہیں پڑا بلکہ دنیا کے رشتے بھی قائم رہے مگر اس لئے قائم رہے کہ اللہ چاہتا تھا کہ وہ قائم رہیں۔ پس آپ کی دنیا بھی آپ کا دین بن گئی اور اطمینان قلب کی اس سے بہتر حالت ہو ہی نہیں سکتی کہ دنیا بھی نصیب ہو اور دین بھی نصیب ہو مگر دنیا دین کے تابع ہو جائے اور صرف اس وقت اچھی لگے جب دین کے تابع ہو، جب دین سے ذرا بھی دنیا نے کنارہ کیا، رخ موڑا وہیں وہ دنیا بری لگنے لگ گئی۔

پس یہ عجیب تعلیم ہے جو قرآن نے ہمیں عطا فرمائی ہے۔ ہرگز قرآن یہ نہیں کہتا کہ ہندو سادھو

SATELLITE WAREHOUSE

MTV AHMADIYYA

CNN

Watch Huzur everyday on Intelsat
We deal with systems available for all satellites in the world
Receivers, Decoders, Dishes, Smart Cards,
Installations and Much, Much More

Mail Order and International Export Service Available
We accept credit cards
Call for competitive prices
Contact us for details at:

SKY

S.M. SATELITE LIMITED
Unit 1A- Bridge Road, Camberley
Surrey GU 15 2QR ENGLAND
Tel: (01276) 20916 Fax: (01276) 678740

ZEE TV

کی طرح دنیا کو تج کر اس سے منہ موڑ کر اپنی ایک الگ دنیا بسالو۔ قرآن یہ فرماتا ہے کہ تمہیں اطمینان قلب اللہ کی یاد میں نصیب ہونا چاہئے اور اللہ کی یاد پھیلتے پھیلتے خدا کی مخلوق پر بھی چھا جاتی ہے۔ جب اللہ یاد آتا ہے تو اپنے حسن واحسان کے حوالے سے یاد آتا ہے۔ اللہ کی یاد جب پیاری لگتی ہے تو اس کی تخلیق کے حوالے سے وہ یاد پیاری لگتی ہے۔ ﴿الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبھم و یتفکرون فی خلق السمٰوات والارض﴾ **اللہ کو یاد رکھنے والوں کے لئے لازم ہے کہ اللہ کی صفات کی جلوہ گری کو یاد رکھیں۔** اللہ تعالیٰ کی صفات جس طرح بنی نوع انسان میں ظاہر ہو رہی ہیں، حیوانات میں ظاہر ہو رہی ہیں، کائنات میں ظاہر ہو رہی ہیں، زمین و آسمان کی تخلیق میں اور کائنات کے ازل سے لے کر اب تک مسلسل ترقی کرتے چلے جانے میں خدا تعالیٰ کی جو صفات ظاہر ہو رہی ہیں ان پر نظر ڈالیں جتنی اس کی نظر وسیع ہوتی چلی جائے گی اتنا ہی اللہ کے ذکر سے اس کا دل زیادہ اطمینان پاتا چلا جائے گا۔

اور اسی طمانیت کے نتیجے میں اللہ کے ساتھ، اللہ کی یادوں کے ساتھ دل کا قرار پکڑنا اس کی مخلوق سے بھی ایک محبت پیدا کر دیتا ہے۔ اس وجہ سے نہیں کہ مخلوق سے ذاتی تعلق ہے بلکہ اس لئے کہ اللہ کی مخلوق ہے۔ اب یہ دو تعلق بظاہر ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے مگر بہت بڑا فرق ہے ان میں۔ ایک انسان جب خدا کی مخلوق سے تعلق رکھتا ہے اور براہ راست مخلوق سے تعلق رکھتا ہے تو مخلوق کے تعلق میں اسے خدا نہیں یاد آتا مگر اللہ سے یعنی خالق سے تعلق رکھتا ہے تو مخلوق ضرور یاد آتی ہے۔ یہ وہ بنیادی فرق ہے طمانیت قلب اور طمانیت قلب کے نہ ہونے کا۔ اب اس بات کو پھر دوبارہ غور کر کے دیکھیں تو آپ کو جو میں سمجھانا چاہتا ہوں آسانی سے سمجھ آجائے گا۔

اللہ تعالیٰ سے اگر پیار ہے تو ناممکن ہے کہ خدا کی صفات جب اپنے جلوے دکھائیں تو ان سے پیار نہ ہو۔ کیونکہ خدا تو صفات کا نام ہے اور صفات کی جلوہ گری سے ہی ہم اللہ کو دیکھتے ہیں ورنہ اللہ کی ذات تو ایک مبہم سی، انہونی سی چیز ہو جائے گی جس کا صرف نام ذہن میں ہوگا اس سے زیادہ ہمیں اس سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ اکثر دنیا کی خرابیاں اسی وجہ سے ہیں کہ اللہ کا نام ایک دل میں موجود ہے یا ذہن میں ایک تصور سا ہے مگر اس کی صفات کی جلوہ گری کا کوئی تصور نہیں۔ اب آپ کے دماغ میں لفظ پھول آجائے تو پھول کا تصور کر کے آپ کو خوشبو تو نہیں آئے گی۔ اگر آپ کے دماغ میں لفظ پھول آجائے پھول کا تصور کر کے اس کے رنگ تو نہیں آپ کو پیارے لگیں گے۔ محض ایک خیال ہے۔ تو بہت سے لوگ جو بظاہر مذہبی ہیں بظاہر اللہ پر ایمان رکھتے ہیں وہ اللہ کی صفات پر اس سے زیادہ ایمان رکھتے ہیں جیسا کہ ایک ان دیکھے، ان سنے پھول پر آپ کو ایمان ہے۔ ہوگا کہیں اس چمن میں کھلا ہوا۔ کسی صحرا میں لالہ بھی اگ جاتا ہے آپ کو اس سے کیا۔ مگر وہ پھول جو آپ کے قریب آجائے، جسے آپ کی آنکھیں دیکھنے لگیں، جس کی خوشبو آپ کا ناک سونگھنے لگے جس کی لمس انگلیوں کو پیاری لگے، وہ پھول اور پھول کا تصور دیکھیں کتنے مختلف ہیں۔

پس اللہ کی یاد دل کو اس وقت اطمینان بخشتی ہے جبکہ اس یاد کا پھول آپ کی گودی میں آجاتا ہے، آپ کے ہاتھوں میں کھیلنے لگتا ہے، اس کی خوشبو آپ کے ناک تک پہنچتی ہے اور پھر اللہ کی یاد صرف ایک گونگے پھول کی طرح تو نہیں، اس میں لحن بھی ہے، اس میں دلکش آوازیں بھی ہیں اور انسان کا سارا وجود اپنے پانچ حواس خمسہ کے ساتھ اللہ کی یاد سے بعض دفعہ اس طرح جاگ اٹھتا ہے کہ اسے ایک نئی دنیا عطا ہو جاتی ہے۔ مگر یہ یاد ہمیشہ صفات کے حوالے سے ہوگی اس کے بغیر ممکن نہیں۔ اگر صفات کے حوالے سے ہو تو آپ کو دن بدن پیاری لگے گی اور آپ کے دل کو قرار بخشے گی۔ اگر صفات کے حوالے سے نہ ہو تو مخلوق سے آپ کو پیار ہوگا مگر جس نے پیدا کیا تھا اس سے پیار نہیں ہوگا۔

اب اسی پھول کی مثال میں دوبارہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ آپ پھول دیکھیں اور یہ نہ سوچیں کہ کس نے پیدا کیا تھا پھول کو، دیکھیں اور سونگھیں اور یہ نہ سوچیں کہ اس میں خوشبو کیسے پیدا ہوئی تھی اور خوشبو سونگھنے کی صلاحیت ہمیں کیسے ملی۔ باغ میں پرندوں کی آوازیں سنیں لیکن یہ نہ سوچیں کہ پرندے جو کچھ بھی بول رہے ہیں ان میں دلکشی کیوں ہے، ان میں حسن کیوں ہے، کیوں پیاری لگتی ہیں ان کی آوازیں صبح صبح، اور ہمارے کانوں کو کس نے یہ طاقت بخشی کہ ان آوازوں کو سن کر ان کا شعور حاصل کریں اور ان سے ایک لذت حاصل کریں۔ اگر یہ سب کچھ نہ سوچیں تو پھر پھول، پھول رہے گا، پرندوں کی آوازیں پرندوں کی آوازیں رہیں گی، آپ کو ان میں دلچسپی ہوگی، آپ عمریں گنوا دیں گے لیکن خالق کی طرف آپ کی توجہ نہیں جائے گی۔

اور محض دنیا کے حسن کی خالق سے الگ رکھ کر پیروی کرنا آپ کو اطمینان نہیں بخش سکتا۔ یہ وہ دنیا کی پیروی ہے جس سے انبیاء انسان کو ڈراتے چلے آرہے ہیں۔ ایسی پیروی، دنیا کے ایسے پیچھے پڑنا کہ دنیا اپنی ذات میں مقصود رہے اس کا خالق سے تعلق ٹوٹ چکا ہو اس دنیا کی پیروی سے انسان کو کبھی اطمینان نصیب نہیں ہو سکتا۔ اطمینان نصیب ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفات کے حوالے سے سفر شروع کریں یہ سفر آخر آپ کو دنیا تک ضرور پہنچائے گا۔ کیسے ممکن ہے کہ رحمان خدا کا تصور باندھیں اور رحم کرنے والی ماں کا تصور ساتھ پیدا نہ ہو، کیسے ممکن ہے کہ رب خدا کا تصور باندھیں اور دنیا میں آپ کے لئے جو ربوبیت کے سامان ہوئے ہیں آپ کی تربیت کے سامان، آپ کے کھانے پینے کے سامان، ان میں تنوع ہر قسم کی ایسی باتیں جو آپ کے حواس خمسہ محسوس کر کے لذت پاتے ہیں۔

یہ ساری باتیں جو ربوبیت سے تعلق رکھتی ہیں اگر آپ اللہ کے حوالے سے ان کو سوچیں تو ربوبیت کے سارے مظہر لازماً آپ کے سامنے رہیں گے۔ ﴿الحمدللہ رب العالمین﴾ کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ آپ اللہ کی صفات بیان کرتے ہیں۔ وہ رب العالمین ہے اور عالمین کو بھول جاتے ہیں اور ان کی ربوبیت سے اپنا تعلق توڑ لیتے ہیں۔ یہ جاہلانہ تصور بعض مذاہب میں پیش کئے جاتے ہیں۔ جن کا خدا سے تعلق ٹوٹ چکا ہے کہ ہر چیز سے اپنا تعلق توڑ لو یہ تمہاری نجات کا موجب ہوگا، یہ اطمینان کا موجب ہوگا۔ ہرگز اطمینان ہر چیز سے تعلق توڑنے سے نہیں بلکہ تعلق کی وجہ درست کرنے سے ہوتا ہے۔ اگر کسی محبوب کے پیاروں سے آپ کو پیار ہو محبوب کے حوالے سے، تو جب تک وہ پیارے ہیں آپ کو پیارے لگیں گے۔ جب اس کو پیارے نہ رہیں تو کیسے آپ کو پیارے لگ سکتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مضمون کو اٹھاتے ہوئے ایک مثال دی ہے کہ وہ شخص جو کسی سے پیار کرتا ہے اس کے بچوں سے بھی پیار کر رہا ہوتا ہے۔ اگر اس کے بچے اس کو دکھ دیں تو جو اس سے پیار کرتا ہے اس کا تعلق ان بچوں سے اسی طرح کٹنا شروع ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کے ولی ہیں، جو اللہ کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں، جن کو ہمیشہ کی طمانیت اپنے رب کی ذات میں نصیب ہوتی ہے ان کے ساتھ اللہ کا بھی ایک ایسا ہی تعلق بن جاتا ہے۔ پھر ان کی خاطر اللہ تعالیٰ ان سب سے دشمنی کرتا ہے جو ان کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ ان کی خاطر اللہ تعالیٰ ان سب سے محبت کرتا ہے جو ان سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ تو اب دیکھیں یہ اللہ والے لوگ یہی تو ہیں جن کا دل خدا سے اطمینان پاتا ہے۔ مگر ان کے کہنے کی بات نہیں رہتی ان کی علامتیں دنیا میں ظاہر ہونے لگتی ہیں اور خدا تعالیٰ دنیا کی توجہ ان کی طرف پھیرتا ہے۔ جو ان سے پیار کرتے ہیں اللہ ان سے پیار کرنے لگتا ہے۔ جو ان کے دشمن ہو جاتے ہیں اللہ ان کا دشمن ہو جاتا ہے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب مباہلے کے چیلنج دیئے تو در اصل قرب الٰہی کی نشانی مباہلہ بن جاتا ہے۔ یہ بتانا مقصود تھا کہ اگر تم میرے دشمن ہو اور اب میں دعا کرتا ہوں کہ خدایا! جو میرے دشمن ہیں تو ان کا دشمن بن کے دکھا تو پھر دیکھنا کہ خدا تعالیٰ تم سے کیا سلوک کرتا ہے۔ مگر بسا اوقات خدا کے تعلق والے نہیں چاہتے کہ اللہ دوسروں سے ناراضگی کا سلوک کرے۔ پس مباہلے کی حالت اور اس حالت میں ایک فرق ہے۔ آنحضرت ﷺ بھی مسلسل خدا کو اتنے پیارے تھے کہ آپ سے دشمنی کرنے والے خدا کے قہر کی نظر کے نیچے تھے مگر آنحضرت ﷺ کو بنی نوع انسان سے جو رحمت کا تعلق تھا وہ خدا ہی کی رحمت کے تعلق کا ایک نشان تھا۔ پس آپ کے حوالے سے بنی نوع انسان پر رحم کیا جا رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے دل کی رحمت کو دیکھتا تھا جو اپنے دشمنوں سے اور اس کی رحمت کے حوالے سے ان سے بھی نرمی کا سلوک فرماتا تھا۔

اب یہ وہ مضمون ہے اطمینان قلب کا جس کو اگر آپ سمجھیں تو آپ کو بہت خزانے مل جائیں گے بہت بڑی دولت ہاتھ آجائے گی۔ اللہ کو محمد رسول اللہ ﷺ سے کیوں پیار تھا اس لئے کہ خدا نما ہوتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی صفات سے پیار کیا۔ اور خدا کی ذات کا پیار اس کی صفات کے پیار سے الگ نہیں ہو سکتا۔ پس یہ عجیب سی بات دکھائی دیتی ہے کہ بظاہر خدا تعالیٰ خود اپنی ہی ذات سے پیار کر رہا ہے مگر یہ پیار ایک شیشے کے حوالے سے ہے۔ کوئی انسان جو بہت ہی خوبصورت ہو اسے آئینہ کا حوالہ لینا پڑتا ہے، آئینہ کا ذریعہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ آئینہ دیکھتا ہے تو پھر اپنا حسن دکھائی دیتا ہے۔ **پس خدا کے وہ بندے جن کا دل اللہ کے ذکر سے اطمینان پا جاتا ہے وہ اللہ کے لئے آئینہ بن جاتے ہیں۔ ان میں خدا تعالیٰ اپنے ذکر کو جلوہ گر دیکھتا ہے اور ان میں جلوہ گر دیکھتے ہوئے خدا تعالیٰ کو اس حسن سے ایک اور قسم کا پیار پیدا ہو جاتا ہے۔** جو اسی کا حسن ہے مگر کسی نے عاریۃً لیا ہے اپنے اوپر جاری کیا ہے۔

پس اگرچہ اللہ کی رحمت سب لوگوں کی خیر چاہتی ہے مگر جب اس کے بندے لوگوں کے دکھوں

کے باوجود، خدا کی رحمت کو اپناتے ہوئے ان کی بھلائی چاہتے چلے جاتے ہیں تو اللہ ان کے حوالے سے ان کو معاف فرماتا ہے۔ اس رحمت کے حوالے سے ان کو معاف فرماتا ہے جو دنیا میں کام کر رہی ہے۔ اس رحمت کو توڑنے کے لئے، اسے مجروح کرنے کے لئے دنیا ہر کوشش کرتی ہے مگر وہ اس پر قائم رہتے ہیں۔ ایسے خدا کے بندے اس کو اور بھی زیادہ پیارے لگنے لگتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کا دل اللہ سے ایسا اطمینان پاتا ہے کہ خدا تعالیٰ سے ان کے لئے الگ ہونے کا کوئی سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ مگر اسی صورت میں ایک مباہلہ بھی ہے۔ جب دین کی بقاء کی خاطر، جب دنیا کو دکھانے کے لئے کہ واقعۃً یہ خدا کے بندے ہیں وہ خدا سے التجا کرتے ہیں اور خدا کے حکم پر مباہلہ کرتے ہیں تو اس کے نتیجے میں پھر ان کی رحمت دشمنوں کی راہ میں آڑ نہیں بن سکتی، روک نہیں بن سکتی۔

اس وقت دشمن یہ فیصلہ کر لیتا ہے کہ اب ہمیں ان کی رحمت سے نہیں بلکہ ان کے اللہ سے تعلق سے مقابلہ کرنا ہے۔ اگر خدا کا ان سے تعلق ہے تو پھر دکھائیں اپنا غضب ہم لوگوں پر۔ یہ وہ وقت ہے جب رحمت سمٹ جایا کرتی ہے اور غضب ابھرا کرتا ہے۔ پس ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرنا چاہئے مگر ہوتا انہی کی خاطر ہے جن کے دل اللہ سے اطمینان پاتے ہیں ان کے علاوہ نہیں ہوتا۔ نفس مطمئنہ ہونا ضروری ہے اور نفس مطمئنہ کی ایک یہ بھی شان ہے جیسا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے ایک شعر میں فرمایا ؎

ہو فضل تیرا یا رب یا کوئی ابتلا ہو
راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو

اس وقت اللہ تعالیٰ کے یہ بندے خدا تعالیٰ کے غضب پر بھی راضی ہو جاتے ہیں، اس کی غیرت کی تجلّی پر بھی راضی ہو جاتے ہیں، وہ اپنا حال ایک طرف رکھتے ہیں اور اپنا سب کچھ خدا کی جھولی میں ڈال دیتے ہیں کہ اے خدا پھر جو تو چاہے کر ہم اسی میں راضی ہونگے مگر اس کے باوجود ان کے اندر جو خدا کی رحمت کا ایک جاری چشمہ ہے وہ بند نہیں ہوا کرتا۔

یہ ایک ایسی کیفیت ہے جس کو کوئی انسان بیان نہیں کر سکتا مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارہا مختلف رنگ میں اسے بیان کرنے کی کوشش بھی کی۔ آپ سے جب دین کے دشمنوں نے مقابلے کئے اور وہ ہلاک ہونے لگے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام بعض دفعہ ساری رات ان کے حق میں دعائیں کرتے گزار دیا کرتے تھے۔ اے خدا! بڑے بدبخت لوگ ہیں مگر کسی طرح ان کو بچا لے۔ ان کی ہلاکت پہ مسیح موعود علیہ السلام کو خوشی نہیں ہوتی تھی، خدا کا نشان پورا ہوتے دیکھتے آپ کو خوشی ہوتی تھی۔ پس یہ کیفیت ہوتی ہے نفس مطمئنہ والوں کی کہ وہ خدا کی خاطر اپنا ہر سکون خدا کے ساتھ وابستہ کر لیتے ہیں۔ اپنی ہر بے قراری کو بھی خدا سے وابستہ کر لیتے ہیں۔ پس باوجود بے قراری کے ان کو اطمینان رہتا ہے۔

نفس مطمئنہ والوں کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ بے قرار نہیں ہوتے۔ آنحضرت ﷺ کو دیکھیں کہ وہ غیروں کے لئے کتنا بے قرار ہوا کرتے تھے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ آپ کو نفس مطمئنہ حاصل نہیں تھا!۔ مگر نفس مطمئنہ کا مطلب ہے جب بھی کسی وجہ سے بے قرار ہونگے اللہ کی خاطر ہونگے۔ کوئی خدا سے دور ہٹ رہا ہے تو اللہ کی خاطر بے قرار ہونگے۔ پس ان کی بے قراری میں بھی ایک طمانیت پائی جاتی ہے جو اللہ کے حوالے سے ہوتی ہے۔ یہ وہ باریک باتیں ہیں جن کو آپ سمجھیں یا اس وقت سمجھیں یا نہ سمجھیں مگر یاد رکھیں کہ **نفس مطمئنہ ایک ایسی حالت کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات سے محبت کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ صفات باری تعالیٰ سے محبت کے بغیر نفس مطمئنہ نصیب نہیں ہو سکتا۔** اگر یہ محبت آپ کو مل جائے تو پھر وہ دن آپ کی نجات کا دن ہے۔ لازم ہے کہ اس کے بعد پھر کبھی اس پہلو سے آپ کو بے اطمینانی نصیب نہ ہو۔ بے اطمینانی ہو تو اس محبت کے حوالے سے ہو۔ یہ بظاہر متضاد مضمون ہے لیکن فی الحقیقت متضاد نہیں ہے۔ ایک شخص کو اگر کسی سے پیار ہو اور کوئی اس پیارے سے دشمنی کرتا ہو تو آپ کو اس پیار پر تو اطمینان ہے مگر اس سے دشمنی کرنے والے سے آپ کو جو دوری پیدا ہو گی اور تکلیف پیدا ہو گی کہ جس سے مجھے پیار ہے دیکھو یہ اس کو برا بھلا کہہ رہا ہے اگر اس سے پیار ہو تو یہ تکلیف ہونا لازمی ہے۔ پس نفس مطمئنہ کے لئے بھی کچھ بے قراریاں ہوا کرتی ہیں۔

یہ خیال دل سے نکال دیں کہ نفس مطمئنہ کو کوئی بے قراری نصیب نہیں ہوتی مگر نفس مطمئنہ کی تمام بے قراریاں اللہ کے حوالے سے ہوتی ہیں۔ اللہ سے پیار ہے جس کو خدا سے پیار ہو گا آپ کو اس سے پیار بڑھتا چلا جائے گا۔ جس کو خدا سے پیار نہیں ہو گا اس کے لئے آپ کے دل میں بے قراری ہو گی کہ جس سے میں نے چین حاصل کیا یہ کیوں اس سے چین حاصل نہیں کرتا۔ یہ کیوں اس کو تکلیف پہنچاتا ہے جس سے مجھے پیار ہے۔ پس مطمئنہ کی بے قراریاں بھی اپنی جگہ ہیں مگر وہ بے قراریاں جو نفس مطمئنہ سے ہٹ کر ہوتی ہیں وہ تو جان لیوا ثابت ہوتی ہیں۔ وہ تو انسانی زندگی کو ہمیشہ جہنم میں تبدیل کرتی چلی جاتی ہیں۔ مگر وہ بے قراریاں جو نفس مطمئنہ کے نتیجے میں حاصل ہوتی ہیں، جو آنحضرت ﷺ کو سب سے زیادہ تھیں اگر یہ نہ ہوتا تو خدا آپ کو کبھی یہ نہ کہتا ﴿لعلك باخع نفسك الا يكونوا مومنين﴾ اے میرے محبوب بندے ان جیسے لوگوں کے لئے اپنے دل کو ہلاک نہ کر۔ کس لئے دل ہلاک ہو رہا تھا اسی لئے کہ وہ اللہ سے دور تھے۔ جس سے آپ کو پیار ہے اس سے ان کو پیار نہیں تھا۔ اور جس سے آپ کو پیار ہے وہ اتنا پیارا ہے کہ اس کے سوا کسی اور پیار کی قیمت ہی کوئی نہیں رہتی۔

یہ کیفیت تھی جو حضرت محمدؐ رسول اللہ کے دل کی کیفیت تھی یعنی آپ کی بے قراریاں اللہ کے حوالے سے تھیں، اللہ کے پیار اور اس کی محبت کے حوالے سے تھیں اور ان بے قراریوں پر سب سے زیادہ کس کی نظر تھی۔ اللہ کی نظر تھی جو آسمان سے ہر لحہ آپ کے دل پر نظر ڈالتے ہوئے فرماتا تھا ﴿لعلك باخع نفسك﴾ اے میرے پیارے کیا تو اپنے دل کو ان جیسے لوگوں کیلئے ہلاک کر دے گا کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے، اللہ سے دور ہیں۔ پس یہ نفس مطمئنہ ہے جس کا سارا سکون اللہ کی یاد اس کے پیار اور اس کی محبت میں ہو، جس کی ساری بے قراریاں اللہ کی یاد اور اس کے پیار اور اس کی محبت کی بناء پر ہوں۔ اگر آپ اپنے نفس میں یہ بات دیکھتے ہیں تو پھر آپ کو نفس مطمئنہ نصیب ہے اور اس کی آخری یقین دہانی خدا تعالیٰ اس وقت کرواتا ہے جب ایسا انسان جان آفریں کے سپرد اپنی جان کرتا ہے اور ہر شخص کو مرنے سے پہلے خدا تعالیٰ یہ یقین دلا دیتا ہے کہ اے میرے بندے تجھے نفس مطمئنہ نصیب تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے وقت میں جب وہ جان دے رہا ہو اس کو آسمان سے آوازیں آتی ہیں ﴿یاایتها النفس المطمئنة ارجعی الیٰ ربك راضية مرضية فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی﴾ کہ اے میرے بندے! میں جانتا ہوں کہ تجھے نفس مطمئنہ نصیب ہے اور نفس مطمئنہ کی آخری حالت یہ ہے کہ اپنے محبوب کی طرف کامل طور پر لوٹ آئے۔ پس اب تیری موت تیرے لئے مصیبت کا موجب نہیں ہے۔ تیری موت تیرے لئے خوشخبری لائی ہے۔ آج میں تجھے یہ کہہ رہا ہوں کہ تو تو ہمیشہ مجھ سے ہی اطمینان پایا کرتا تھا۔ پس اے مجھ سے اطمینان پانے والے، اے میری رضا سے راضی! سن کہ میں بھی تیری رضا پر راضی ہو گیا ہوں آ اور اس جنت میں داخل ہو جا جو میرے بندوں کی جنت ہے۔

پس نفس مطمئنہ کوئی واہمہ نہیں ہے جس کے متعلق آپ سمجھیں کہ پتہ نہیں نصیب ہوا ہے کہ نہیں۔ ایک چیز ایسی جس کو آپ ہمیشہ دیکھ سکتے ہیں وہ ان باریک باتوں سے علاوہ ہٹ کر روزمرہ کے تجربے میں ہے وہ یہ ہے کہ جب کسی نیکی کو آپ ایسا اپنا لیں کہ وہ آپ کی ذات کا حصہ بن جائے، ناممکن ہو کہ اس کو اختیار کر کے آپ اکھاڑ کر پھر پھینک سکیں، اکھیڑ پھینکیں اس کو، یہ اگر ممکن نہ رہے تو یہ نفس مطمئنہ ہے۔ پس نفس مطمئنہ کی تلاش میں بے شک یہ نہ سمجھیں کہ آپ کو نفس مطمئنہ کی تمام حالتیں یکدم نصیب ہو نگی لیکن یہ دیکھنا لازم ہے کہ کسی نہ کسی نیکی پر آپ کو اتنا اطمینان ہو جائے کہ پھر وہ نیکی آپ کے ہاتھ سے نہ چھوٹ سکے اس حصے میں آپ یقین کر لیں کہ آپ کو وہ نفس مطمئنہ نصیب ہو گیا ہے۔

آج جماعت احمدیہ کو ضرورت ہے کثرت کے ساتھ نفس مطمئنہ پیدا کرنے والوں کی کیونکہ ان کو، جماعت احمدیہ کو، اس کے بڑے چھوٹوں، بچوں تک کو بھی اگر نیکیوں پر نفس مطمئنہ نصیب ہونا شروع ہو جائے تو لازم ہے کہ یہ جماعت دنیا پر غالب آ کر رہے گی کیونکہ بالآخر نفس مطمئنہ، غیر مطمئنہ نفس پر ضرور قدررت رکھتا ہے اور اس پر غلبہ پایا کرتا ہے۔ اب چونکہ زیادہ مزید وقت نہیں ہے دوسری بات کا وہ پھر میں آپ سے کر لوں گا لیکن کل کی مجلس میں یہ بھی معلوم ہوا کہ یہاں جو ٹونے ٹوٹکے وغیرہ اور وظیفے پڑھ پڑھ کر اپنے مقاصد حاصل کرنا، اس قسم کے توہمات بھی پائے جاتے ہیں۔ انشاء اللہ آئندہ کسی وقت ان چیزوں کا بھی میں جواب دوں گا سر دست چونکہ وقت ہو چکا ہے، سوا تین ہو گئے ہیں اس لئے اب اس خطبے کو یہاں ختم کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں فی الحقیقت نفس مطمئنہ عطا کرنا شروع کر دے۔

کسی کو ایک چھوٹی سی جگہ، اپنے دل کے ایک چھوٹے سے دائرے میں نفس مطمئنہ نصیب ہو گا اور جب ہو گا تو پھر اسے سمجھ آئے گی کہ نفس مطمئنہ کیا چیز ہے۔ یہ آ جائے تو پھر ٹلا نہیں کرتا۔ آ جائے تو پھر چھوٹ ہی نہیں سکتا آپ سے۔ پس جب آپ نیکی سے اتنا پیار کرنا سیکھ لیں گے کہ نیکی آپ کی جان بن جائے اس وقت آپ کو نفس مطمئنہ نصیب ہو گا۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

مشتہرین حضرات متوجہ ہوں

جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقع پر حسب سابق الفضل انٹرنیشنل کا خصوصی نمبر شائع ہو گا۔ اگر آپ اس میں کوئی اشتہار دینا چاہتے ہیں تو جلد رابطہ کریں۔ (مینجر اشتہارات۔ الفضل انٹرنیشنل)

کیا حضرت مسیحؑ نے کہا تھا
کہ وہ مرنے کے تین دن بعد پھر جی اٹھے گا

(مسعود احمد خان دہلوی۔ جرمنی)

اناجیل اربعہ میں ابن آدم یعنی ابن مریم کے متعلق اس امر کا متعدد بار ذکر آتا ہے کہ اس نے اپنے حواریوں اور درپئے جاں یہودیوں کو پہلے ہی بتادیا تھا کہ لوگوں کی طرف سے اسے بہت دکھ دیا جائے گا حتی کہ دکھ جھیلنے کے دوران ہی وہ چل بسے گا لیکن مرنے کے تین دن بعد وہ پھر جی اٹھے گا- عیسائی حضرات اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ مسیح کی یہ پیشگوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور ایسا ہی ظہور میں آیا یعنی مسیح مرنے کے بعد پھر جی اٹھا- چنانچہ وہ دوبارہ جی اٹھنے کے مزعومہ واقعہ کو "الوہیت مسیح" کے ایک ثبوت کے طور پر پیش کرتے ہیں-

قبل اس کے کہ ہم انجیل میں مذکور پیشگوئیوں کے اصل الفاظ کے بارہ میں ایک مغربی محقق کی ریسرچ کا ماحصل پیش کریں، یہ بتانا ضروری ہے کہ گزشتہ صدی کے دوران جب عیسائی پادریوں نے ہندوستان کی پوری آبادی کو عیسائیت کا حلقہ بگوش بنانے کی غرض سے ایک زبردست مشنری مہم کا آغاز کیا تو بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہندوستان میں عیسائیت کی یلغار کو روکنے اور عیسائیت کے مشرکانہ عقائد کا پول کھولنے کے لئے عیسائیوں پر اتمام حجت کا فریضہ دو طرح سے ادا فرمایا- ایک تو آپ نے بڑے ہی محکم دلائل کے ساتھ اس امر کو بڑی شدومد اور تحدی سے پیش فرمایا کہ مسیح علیہ السلام طویل عمر پاکر طبعی موت سے فوت ہوگئے تھے اس لئے اب وہ اللہ تعالیٰ کی قدیمی سنت مستمرہ کے مطابق اسی جسد عنصری کے ساتھ واپس نہیں آئیں گے اور نہ وہ کبھی آسکتے ہیں- دوسرے حضور علیہ السلام نے از روئے انجیل خود واقعاتی شہادتوں اور بیرونی شواہد کی روشنی میں اس امر کا حتمی اور یقینی ثبوت بہم پہنچایا کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے بلکہ صلیب پر سے زندہ اتارے جانے کے بعد آپ اسرائیل کے گمشدہ قبائل کی تلاش میں فلسطین سے خفیہ طور پر نکل کھڑے ہوئے اور جانب شرق سفر کرتے ہوئے کشمیر پہنچے اور پھر وہاں اپنا مشن پورا کرنے کے بعد آپ نے طبعی موت سے وفات پائی اور سرینگر کے محلہ خانیار میں دفن ہوئے جہاں ان کا مزار آج تک موجود ہے- قابل غور بات یہ ہے کہ جب مسیح علیہ السلام صلیب پر مرے ہی نہ تھے تو پھر اس امر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ آپ تین دن کے بعد جی اٹھتے- اس سے دو ہی باتیں مستنبط ہوتی ہیں ایک یہ کہ اناجیل میں مندرج مسیح کی طرف منسوب کی جانے والی یہ پیشگوئی کہ وہ مرنے کے تین دن بعد جی اٹھے گا الحاقی ہے یا پھر عین ممکن ہے کہ مسیح علیہ السلام نے پیشگوئی کے طور پر کچھ اور فرمایا ہو جسے بدل کر کچھ کا کچھ کردیا گیا ہو- اس عقیدہ کو گزشتہ صدی کے ایک مغربی محقق نے اپنی کتاب میں حل کیا ہے- اس مغربی محقق کی تحقیق کا لب لباب پیش کرنا ہی فی الوقت ہمارے مدنظر ہے-

گزشتہ صدی میں ہوگزرنے والے اس برطانوی محقق کا نام تھا Mr. Keningale Cook M.A., LLD. (کینگیل کک ایم-اے، ایل-ایل-ڈی)- مسٹر کک نے آج سے تقریباً ایک صدی سے بھی قبل کے زمانہ میں "The Fathers of Jesus" کے نام سے دو جلدوں پر مشتمل ایک کتاب مرتب کی جس میں اس امر پر روشنی ڈالی کہ مروجہ مسیحی عقائد کے اصل ماخذ کون کون سے ہیں یعنی قبل از مسیح کے زمانہ قدیم میں یورپ اور ایشیا میں جو مذہبی عقائد و نظریات رائج تھے ان کے بعض حصوں کو بعد کے مسیحیوں نے کس طرح اناجیل میں داخل کرکے مسیح کو خدا کا بیٹا قرار دیا اور اسے خدا کی الوہیت میں شریک ٹھہرایا- اس کتاب کو اس وقت کے مشہور برطانوی اشاعتی ادارے Kegan Paul, Paternoster Square, London نے ۱۸۸۶ء میں شائع کیا- اس کی جلد اول کے باب دوم بعنوان "An Aryan Ancestor" (ایک آریائی مورث اعلیٰ) میں اس امر پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے کہ مسیح نے اپنے مرنے کے بارہ میں پیشگوئی کے طور پر جو کچھ کہا تھا بعد میں اسے اپنے تبدیل شدہ عقائد کی روشنی میں کچھ اور ہی معانی پہنادئے گئے- مسٹر کک نے ثابت یہ کیا ہے کہ یونانی زبان میں تحریر کردہ قدیم ترین نسخہ میں جو ایک مقدس مخطوطہ کے طور پر آج بھی محفوظ ہے مسیح کا مذکورہ قول درج کرتے ہوئے "مر کر جی اٹھنے" کے مفہوم کے طور پر جو یونانی لفظ استعمال ہوا ہے وہ مر کر جی اٹھنے کے معنوں میں استعمال ہی نہیں ہوتا- اس یونانی لفظ کا انگریزی تلفظ ہے ANASTASY- مسٹر کک کا کہنا یہ ہے کہ قدیم یونانی زبان کا یہ لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے- ایک تو اس کے معنے ہیں بیٹھی ہوئی یا لیٹی ہوئی حالت سے اٹھ کر "سیدھا کھڑا ہونا" اور دوسرے معنے ہیں "بیدار ہونا"- جب اس قدیم یونانی مخطوطہ کو انگریزی میں منتقل کیا گیا تو اس یونانی لفظ کا ترجمہ تو Raise up ہی کیا گیا جس کے لفظی معنے کھڑا ہونا ہی ہیں لیکن عیسائی مترجمین نے اپنے بدلے ہوئے عقیدہ کو درست ثابت کرنے کے لئے اس انگریزی لفظ کے معانی میں "جی اٹھنے" کا مفہوم بھی داخل کردیا حالانکہ اس سے پہلے یہ لفظ اس مفہوم کا متحمل نہیں سمجھا جاتا تھا-

یہ ثابت کرنے کے بعد مسٹر کک نے انجیل کی متعلقہ آیات درج کی ہیں- انہوں نے متعلقہ آیات درج کرتے وقت بریکٹ میں Raise up کا اصلی لفظی ترجمہ درج کرکے اس امر کی طرف اشارہ کردیا ہے کہ مسیح کا اصل مطلب کیا تھا- ان کی درج کردہ آیات کا متن بریکٹ میں درج کئے ہوئے الفاظ سمیت بمعہ اردو ترجمہ ہم یہاں درج کرتے ہیں:

۱- جب یہودیوں نے مسیح سے نشان دکھانے کا مطالبہ کیا تو اس نے انہیں مخاطب ہوکر کہا:

"Destroy this temple, and in three days I will raise it up (literally "awaken it") . . . . . He spoke of his body" (John ii 19,21)

ترجمہ: اس ہیکل کو ڈھادو اور میں اسے تین دن میں کھڑا کردوں گا (لفظی معنوں کی رو سے اسے "بیدار کردوں گا") ......اس نے یہ اپنے بدن کی ہیکل کی بابت کہا تھا- (یوحنا باب ۲، آیات ۱۹، ۲۱)

۲- جب یسوع مسیح اپنے حواریوں کے ساتھ گلیل نامی شہر میں پھرتا تھا تو اس نے ان سے کہا:

"The son of man is about to be delivered into the hands of men, and they will kill him, and the third day he will be raised (literally "awakened") (Matt. xvii, 22)

ترجمہ: انسان کا بیٹا آدمیوں کے ہاتھوں حوالہ کیا جائے گا اور وہ اسے ماردیں گے اور وہ تیسرے دن جی اٹھے گا (لفظی معنوں کی رو سے "وہ بیدار ہوجائے گا")-
(متی باب ۱۷، آیت ۲۲)

(۳) واقعہ صلیب کے بعد دوسرے روز جو تیاری کے بعد کا دن تھا سردار کاہنوں اور فریسیوں نے پیلاطوس کے پاس جمع ہوکر کہا:

"We remember that that deceiver said, while he was yet alive, after three days I am raised [literally, "am awakened"] (Matt xxvii 63)

ترجمہ: ہمیں یاد ہے کہ وہ دغاباز اپنے جیتے جی کہتا تھا کہ میں تین دن کے بعد جی اٹھوں گا [لفظی معنوں کی رو سے "میں بیدار ہوجاؤں گا"]- (متی باب ۲۷، آیت ۶۳)

(۴) اسی طرح مرقس نے اپنی انجیل میں لکھا ہے:

"He used to touch his disciples and say to them, the son of man is delivered up into the hands of men, and they will kill him, and though killed, after three days he will raise himself [literally "upstand himself"] But they understood not the saying and were afraid to ask him" (Mark ix-31,32)

ترجمہ: اس نے اپنے شاگردوں کو سکھلایا اور انہیں کہا کہ انسان کا بیٹا آدمیوں کے ہاتھوں میں حوالہ کیا جاتا ہے اور وہ اسے ماردیں گے اور اس طرح مارے جانے کے تیسرے دن وہ جی اٹھے گا [لفظی معنوں کی رو سے "خود بخود اٹھ کھڑا ہوگا"] وہ اس بات کو نہ سمجھے اور اس کے پوچھنے سے ڈرے"-
(مرقس باب ۹- آیات ۳۱، ۳۲)

اناجیل کی مندرجہ بالا انگریزی عبارتیں اور ان کے درمیان بریکٹ میں دئے ہوئے توضیحی جملے مسٹر کینگیل کک کی مذکورہ کتاب کے صفحہ ۹۵، ۹۶ سے یہاں نقل کئے گئے ہیں- مسٹر کک کی سطور بالا میں بیان کردہ تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب مسیح نے یہ کہا تھا کہ وہ مرنے کے تین دن بعد بیدار ہوکر اٹھ کھڑا ہوگا تو اس میں یہ اشارہ مضمر تھا کہ جب وہ لوگوں کے حوالہ کیا جائے گا اور وہ اسے اپنی دانست میں مار ڈالیں گے تو وہ فی الحقیقت مرے گا نہیں بلکہ اس پر نیند کی طرح کی غشی طاری ہوجائے گی اور وہ تین دن بعد اس غشی سے باہر آکر یا بالفاظ دیگر نیند سے بیدار ہوکر اٹھ کھڑا ہوگا- جب مسیح خود اپنے قول کے بموجب مرا ہی نہ تھا بلکہ وہ نیند سے بیدار ہوکر اٹھ کھڑا ہوا تھا تو اس کے جی اٹھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا- اس کی اس بیداری کو اس کی الوہیت کے ثبوت کے طور پر پیش کرنا سراسر بے معنی ہے-

مسٹر کینگیل کک کا یہ نظریہ --- کہ جس قدیم یونانی لفظ کا ترجمہ مردوں میں سے جی اٹھنا کیا گیا ہے اس کے لفظی اور اصل معانی بیدار ہوکر اٹھ کھڑے ہونے کے ہیں نہ کہ مر کر جی اٹھنے کے --- ایک اور لحاظ سے بھی درست ثابت ہوئے بغیر نہیں رہتا- اس نئے حوالہ کی جس سے یہ نظریہ سولہ آنے درست ثابت ہوتا ہے نشاندہی ازمنہ قدیم کی تاریخ اور بالخصوص تاریخ مذاہب قدیم کے برطانوی پروفیسر T. R. Glover کی کتاب "The Conflict of Religions in th Early Roman Empire" (سلطنت روما کے ابتدائی دور میں مذاہب کی آویزش باہمی) سے بھی ہوتی ہے- یہ کتاب لندن کے اشاعتی ادارہ Methuen & Co. Ltd. نے پہلی بار ۱۹۰۹ء میں شائع کی تھی اور ۱۹۱۸ء تک اس کے سات ایڈیشن شائع ہوچکے تھے- مسٹر گلوور نے اپنی اس کتاب میں ایک بات یہ بھی لکھی کہ ابتدائی صدیوں کے مسیحی ماہرین دینیات نے یہودیوں کو مسیحیت کا قائل کرنے کے لئے اس امر کو بڑی شدومد سے پیش کرنا شروع کیا کہ مسیح کی اپنی زندگی میں جو واقعات بھی پیش آئے ان میں سے ہر واقعہ کی عہد نامہ قدیم میں پہلے سے پیشگوئی موجود ہے- ان کا کہنا یہ تھا کہ ان سب پیشگوئیوں کا مسیح کی ذات پر چسپاں ہونا اور اس کی حیات میں عملاً پورا ہونا اس کی صداقت کی بیّن دلیل ہے- چنانچہ قدیم مسیحی مخطوطات اور کتب کے حوالہ سے انہوں نے اپنی مذکورہ کتاب کے صفحہ نمبر ۱۸۵ پر ایسی پیشگوئیوں کی ایک فہرست بھی درج کی- اس میں انہوں نے مسیح کے مر کر جی اٹھنے کی پیشگوئی کے طور پر زبور کے ایک حوالہ کا مفہوم غالباً اپنے الفاظ میں یوں درج کیا:

"I slept and slumbered and I rose up because the Lord laid hold of me". (Ps. 3,5)

اس زبور کا ترجمہ یہ ہے کہ میں سوگیا اور محو خواب ہوا کیونکہ خدا میرا اسہارا تھا اور اسی نے مجھے سنبھالا- زبور ۳ کی یہ آیت عہد نامہ قدیم کے پرانے نسخوں میں بایں الفاظ مذکور ہے:

I laid me down and slept; I awaked; for the Lord sustained me [Ps. 3, 5]

ترجمہ: میں لیٹ گیا اور سو رہا، میں جاگ اٹھا کیونکہ خدا نے مجھے سنبھال لیا-
(ترجمہ از "ہولی بائبل مطبوعہ کیمبرج یونیورسٹی پریس لندن-۱۸۴۶ء)

لندن کے اشاعتی ادارے Darton, Longman & Todd نے "The New Jerusalem Bible" کے نام سے ۱۹۸۵ء میں بائبل کا جو جدید نسخہ شائع کیا اس میں زبور کی اس آیت کو پیشگوئی کے طور پر ان الفاظ میں درج کیا:

"As for me, if I lie down and sleep, I shall awake for yahweh sustains me." [Ps. 3, 5]

ترجمہ: جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے اگر میں لیٹ جاؤں اور سو جاؤں تو میں جاگ اٹھوں گا کیونکہ مجھے سنبھالنے والا میرا خدا ہے-

بہر حال زبور کے الفاظ جو بھی ہوں خود مسیحیوں کے اعتقاد کے بموجب عہد نامہ قدیم میں یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ مسیح پر اونگھ آئے گی اور وہ سو جائے گا اور وہ پھر بیدار ہوکر اٹھ کھڑا ہوگا کیونکہ خدا خود اسے سہارا دے کر سنبھال لے گا اور اس کی نیند کو موت میں تبدیل نہیں ہونے دے گا- اندریں صورت مسیحی حضرات کا یہ کہنا کس طرح درست تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ مسیح صلیب پر مرگیا تھا اور مرنے کے بعد پھر جی اٹھا تھا- زبور کی اس پیشگوئی سے بھی یہ بات دو اور دو چار کی طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ مسیح فی الحقیقت صلیب پر مرا نہ تھا بلکہ اس پر نیند کی طرح کی غشی طاری ہوگئی تھی جسے رومی سپاہیوں نے موت قرار دے کر مسیح کو صلیب پر سے اتار لیا اور وہ بعد میں اسی طرح اٹھ کھڑا ہوا تھا جس طرح ایک سویا ہوا شخص بیدار ہوکر اٹھ کھڑا ہوتا ہے- زبور کی اس پیشگوئی سے بھی جسے مسیحی خود دوسروں کے سامنے پیش کرتے ہیں یہی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح یہ کہہ ہی نہیں سکتا تھا کہ وہ مرنے کے تین دن بعد پھر جی اٹھے گا- اس نے تو وہی کچھ کہنا تھا جو خود مسیحیوں کے اپنے اعتقاد کی رو سے پہلے ہی بطور پیشگوئی زبور میں بیان کردیا گیا تھا اور وہ یہی تھا کہ مجھ پر صرف نیند نما غشی طاری ہوگی اور میں بیدار ہوکر اٹھ کھڑا ہوں گا-

☆......☆......☆

امت مسلمہ کے مختلف فرقے

از قلم: مکرم ملک سیف الرحمان صاحب (مرحوم)

مختلف فرقوں کے نظریات کا تاریخی جائزہ پیش کرنے سے پہلے اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ آئندہ صفحات میں جو کچھ کسی فرقہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہ حرف بحرف صحیح ہو اور کسی جگہ بھی تعصب یا تشنید یا تساہل سے کام نہ لیا جائے۔ ہر فرقہ کے بارہ میں وہی کچھ لکھا جائے جسے وہ فرقہ مانتا ہے لیکن تاریخی حقیقت کے لحاظ سے یہ حتمی دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ یہ کوشش پوری طرح کامیاب بھی رہی ہے کیونکہ تاریخ مختلف ادوار میں سے گزرنے اور گرد و پیش سے متاثر ہونے کی وجہ سے بڑی حد تک حجاب اکبر بھی ثابت ہوتی ہے اس لئے کسی حقیقت کے کئی پہلوؤں کا تشنہ وضاحت رہ جانا عین ممکن ہے اور کئی واقعات کی اصلیت سیاق و سباق سے کٹ جانے کی وجہ سے مشتبہ ہو سکتی ہے۔

بہر حال یہ نظریاتی جائزہ اس حسن ظن کی بنیاد پر پیش کیا جا رہا ہے کہ جن سابقہ بزرگوں نے اس موضوع پر لکھا ہے وہ اپنی جلالت شان اور عظمت علم کے لحاظ سے ہر قسم کے تعصب اور جانبداری سے پاک اور اظہار حقیقت کے لئے بڑے جری اور صادق القول مانے جاتے ہیں اور ان کی ثقاہت کا انکار مشکل ہے تاہم اگر کسی فرد یا فرقہ کو اس بارہ میں اختلاف ہو اور وہ سمجھتا ہو کہ کسی جگہ بیان کردہ حقائق میں جھول یا غلطی ہے تو نشان دہی کرنے پر "اصلاح" میں کسی قسم کے بخل سے کام نہیں لیا جائے گا۔ و باللہ التوفیق.

☆......☆......☆

اہل سنت والجماعت کے علاوہ باقی فرقوں کو علی الاجمال دو قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

☆ سیاست کی بنیاد پر فرقے جیسے شیعہ اور خوارج وغیرہ

☆ عقائد اور نظریات کی بنیاد پر فرقے جیسے معتزلہ اور مرجئہ وغیرہ

تاریخی لحاظ سے شیعہ فرقہ سب سے پرانا ہے اس کے بعد خوارج کا نمبر آتا ہے اس کے بعد معتزلہ اور مرجئہ کا۔ زنادقہ بحیثیت فرقہ کافی عرصہ بعد نمایاں ہوئے اور مذکورہ بالا فرقوں میں گڈمڈ ہوتے رہے۔ وہ صوفیہ جو حلول اور اباحت کے قائل ہیں ان کا شمار بھی بحیثیت فرقہ اہل السنت سے الگ ہوتا ہے جیسے حلاجیہ جو مشہور صوفی منصور حلاج کے پیرو تھے۔

اس کے بعد ہر بڑا فرقہ کئی ضمنی فرقوں میں بٹ گیا لیکن ان میں سے اکثر کی حیثیت برائے نام تھی۔

☆......☆......☆

فرقہ پرستی اور تحزب کا مضحکہ خیز انداز

بعض اوقات بڑے مضحکہ خیز طریقے سے فرقہ بندی کی مثالیں ملتی ہیں مثلاً دو شخص تھے ایک کا نام شعیب تھا اور دوسرے کا میمون۔ میمون نے شعیب سے کچھ رقم قرض لی۔ ایک مدت کے بعد شعیب نے قرض کی واپسی کا مطالبہ کیا تو میمون نے کہا اگر اللہ چاہے گا تو ادا کر دوں گا۔ شعیب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اور اس کا حکم ہے کہ قرض حسب وعدہ ادا کیا جائے۔ اس پر میمون نے جواب دیا کہ اگر اللہ چاہتا تو پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ میں قرض ادا نہ کر چکا ہوتا۔ اللہ کی مشیت تو پوری ہو کر رہتی ہے۔ آخر یہ بحث اتنی بڑھی کہ دو فرقے پیدا ہو گئے۔ جو شعیب کی حمایت کر رہے تھے وہ شعیبیہ کہلائے اور جو میمون کے طرف دار تھے وہ میمونیہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ دونوں خوارج سے تعلق رکھنے والے فرقے ہیں۔ اس طرح ایک فرقہ سے کئی نئے فرقے بنتے چلے گئے۔ شیعہ، خوارج اور معتزلہ کے کئی فرقے صرف کتابوں میں رہ گئے ہیں اور اب بحیثیت فرقہ ان کا نام و نشان تک نہیں ملتا البتہ ان کے کئی نظریات و خیالات کم و بیش کسی نہ کسی موجودہ فرقہ میں دیکھے اور سونگھے جا سکتے ہیں۔

☆......☆......☆

مختلف فرقوں کا تفصیلی جائزہ

اہل تشیع

سب سے پہلے ہم شیعہ اور اس کے مختلف فرقوں کا جائزہ پیش کرتے ہیں:

شیعہ کے معنے شیعہ کے معنے ساتھ دینے والے، مدد کرنے والے پیرو کے ہیں۔ چنانچہ شیعة الرجل کے معنے ہوں گے 'اتباع الرجل و انصارہ' یعنی کسی شخص کے پیرو اور پیچھے چلنے والے مددگار۔ یہ لفظ مفرد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث سب کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ دو جگہ مددگار اور ساتھی کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ سورہ القصص میں ہے ﴿ودخل المدینة علی حین غفلة من اهلها فوجد فیها رجلین یقتتلن هذا من شیعته و هذا من عدوه فاستغاثه الذی من شیعته علی الذی من عدوه﴾ (القصص: ۱۶)۔ یعنی ایک دن موسیٰ شہر میں ایسے وقت آیا جبکہ شہر والے بے خبر پڑے آرام کر رہے تھے تو اس نے وہاں دیکھا کہ دو آدمی آپس میں لڑ رہے ہیں ایک اس کے حامیوں کے گروہ میں سے تھا اور دوسرا اس کے دشمنوں میں سے۔ جو اس کے حامیوں کے گروہ میں سے تھا اس نے زیادتی کرنے والے دشمن کے خلاف موسیٰ سے مدد چاہی۔

دوسری جگہ سورہ الصافات کی آیت ۸۴ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ان من شیعته لابراهیم﴾ کہ نوحؑ کی پیروی کرنے والی جماعت میں ابراہیم بھی شامل تھا۔

اصطلاح میں شیعہ مسلمانوں کے اس گروہ کو کہتے ہیں جس کی تعریف یہ ہے کہ "کل من فضل علیا علی الصحابة کلهم و اعتقد انه احق بامامة المسلمین و خلافتهم" شیعہ وہ ہے جو حضرت علیؓ کو تمام صحابہ سے افضل مانتا ہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ امام المومنین اور خلیفۃ المسلمین بننے کے سب سے اول اور سب سے زیادہ حقدار علی ہیں۔ تمام شیعہ بلحاظ مفہوم اس تعریف پر متفق ہیں۔ شیعہ مسلمانوں کا ایک بہت بڑا اور اہم فرقہ ہے۔ اگر غلو پسند شیعہ فرقوں کو الگ رکھا جائے تو اعتدال پسند شیعوں کے اختلاف کی حیثیت قریباً قریباً وہی ہے جو اہل السنت والجماعت کے آپس میں باہمی اختلاف کی ہے۔ حنفیہ اور مالکیہ، شافعیہ اور حنبلیہ، قادریہ اور سہروردیہ، چشتیہ اور نقشبندیہ کا آپس میں جس طرح کا اختلاف ہے اسی طرح کا اختلاف اعتدال پسند شیعوں کا مذکورہ بالا فرقوں سے ہے۔ عقائد کے لحاظ سے بھی اور فقہی احکام کے اعتبار سے بھی کیونکہ ان سب فرقوں کی بنیاد ایک ہی ہے۔ یہ سب فرقے قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ کو اپنے اپنے مسلک کی بنیاد اور ماخذ تسلیم کرتے ہیں اور سب کا دعویٰ یہی ہے کہ جو کچھ وہ مانتے ہیں وہ قرآن و سنت سے ماخوذ اور مستنبط ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کا مقام

حضرت علی رضی اللہ عنہ ۶۰۱ء میں پیدا ہوئے۔ آپ آنحضرت ﷺ سے تیس سال چھوٹے تھے۔ جب حضورؐ مبعوث ہوئے اور آپ نے ماموریت کا دعویٰ کیا اس وقت حضرت علیؓ کی عمر دس سال تھی۔ چونکہ حضرت ابو طالب کے مالی حالات اچھے نہ تھے، عیالداری زیادہ تھی نیز حضرت ابو طالب نے بچپن میں آنحضرت ﷺ کی پرورش بڑے پیار اور بہت عمدہ طریق سے کی تھی اس لئے حضورؐ نے علیؓ کو اپنی تربیت میں لے لیا تاکہ اگر ایک طرف ابو طالب کا کچھ بوجھ ہلکا ہو تو دوسری طرف ان کے احسان کا بدلہ بھی چکایا جا سکے۔ بہر حال علی آنحضرت ﷺ کی زیر نگرانی اور آپ کی شفقت اور محبت کے سایہ میں پھلے پھولے۔ حضورؐ مثل بیٹوں کے آپ سے پیار اور ہر طرح کی دلداری کرتے تھے۔

حضرت علیؓ بجائے خود بڑے بہادر، حوصلہ مند، ایثار مجسم، عابد و زاہد، قناعت پسند اور مسلمہ روحانی بزرگ تھے۔ کوئی حرص، کوئی لالچ آپ کے دل میں نہ تھا۔ دینی علوم میں آپ کا مقام بہت بلند تھا۔ تمام صحابہؓ آپ کی دینی وجاہت اور علمی قابلیت کے معترف تھے اور سب دل سے آپ کا احترام کرتے اور آپ کی اس عظمت کے قائل تھے۔

حضرت علیؓ کی یہ وہ خوبیاں ہیں جن کو تمام مسلمان کیا سنی اور کیا شیعہ سب تسلیم کرتے ہیں۔ تاہم شیعہ حضرات کے نزدیک حضرت علی کا مقام اس سے کہیں زیاد بلند تھا اور اس وجہ سے آپ کو آنحضرت ﷺ کا خلیفہ بلا فصل مانتے ہیں۔ حضرت علیؓ کی ان فضیلتوں کی تفاصیل جو شیعہ حضرات کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں یہ ہیں:

استحقاق خلافت و امامت بلا فصل

اہل تشیع کے نزدیک حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کے بعد ان کی اولاد خلافت بلا فصل اور دینی قیادت کی زیادہ حقدار ہے اور اس کی مندرجہ ذیل وجوہات شیعہ حضرات کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ **کان علی اول الاسلام** حضرت علیؓ اس لحاظ سے پہلے مسلمان ہیں کہ مردوں میں سے سب سے پہلے آپ نے اسلام قبول کیا جبکہ آپ کی عمر اسوقت دس سال تھی۔ عورتوں میں سے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والی خاتون حضرت خدیجہؓ تھیں۔ نیز علیؓ نے کبھی بتوں کی عبادت نہیں کی اور یہ امتیاز کسی اور صحابی کو حاصل نہیں۔

۲۔ **کان علی اقرب الناس الی رسول اللہؐ**۔ حضرت علیؓ آنحضرت ﷺ سے رشتہ میں قریب تر اور آپ کے وارث تھے کیونکہ حضرت علی آپ کے چچازاد بھائی تھے۔ حضور نے بچپن سے ہی انہیں اپنی نگرانی میں لے لیا تھا۔ بڑے پیار و محبت سے ان کی تربیت کی۔ انہیں اپنا ربیب بنایا۔ اپنی پیاری بیٹی فاطمہؓ ان کو بیاہ دی اور اسی ذریعہ سے آپ کی نسل آگے چلی۔ گویا مسلمانوں میں حضورؐ کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار حضرت علیؓ تھے اس لئے وہ آپ کی نیابت کے زیادہ حق دار ہیں۔

۳۔ **کا ن علی اخا النبی ﷺ بالمؤاخاة الدینیه**۔ جب حضور ﷺ نے مدینہ منورہ میں مسلمانوں میں مؤاخات کی تحریک جاری کی تو حضورؐ نے حضرت علیؓ کو اپنا دینی بھائی بنایا۔ (تاریخ شیعہ، صفحہ ۱۸۔ تاریخ الفرق الاسلامیہ صفحہ ۳۳، جبکہ طبقات ابن سعد میں ہے کہ آپ نے علی اور سہیل بن حنیف کے مابین مؤاخات کرائی تھی۔ طبقات جلد ۳ صفحہ ۲۳)۔

۴۔ **کان علی خلیفته علی ودائعه**۔ ہجرت کے وقت آپؐ نے حضرت علیؓ کو اپنے پیچھے اپنے نائب کے طور پر چھوڑا تاکہ علیؓ وہ امانتیں ان کے مالکوں تک پہنچائیں جو انہوں نے حضورؐ کے پاس رکھوائی ہوئی تھیں۔

۵۔ **کان علی خلیفته فی اهله**۔ حضرت علیؓ حضور کے گھریلو معاملات کے نگران اور ذمہ دار تھے۔ اور اس لحاظ سے ایک گونہ آپ کے نائب تھے۔

۶ **کان علی لرسول اللہؐ بمنزلة هارون من موسیٰ**۔ یعنی جو مقام حضرت موسیٰ کی نسبت سے ہارون کا تھا۔ وہ مقام حضورؐ کی نسبت سے حضرت علیؓ کا تھا۔

۷۔ **کا ن علی باب مدینة العلم** یعنی آنحضرت ﷺ نے آپ کے حق میں فرمایا "انا مدینة العلم وعلی بابها" گویا حضورؐ نے حضرت علیؓ کو اپنے روحانی علوم کا حامل قرار دیا جس میں یہ اشارہ تھا کہ آئندہ علوم نبوت حضرت علیؓ کے واسطہ سے لوگوں تک پہنچیں گے اور یہ فیضان الٰہی ان کے ذریعہ جاری ہوگا۔

۸۔ **کا ن علی ازهد الصحابه** یعنی حضرت علیؓ بڑے عابد، زاہد، قناعت پسند اور عدل و انصاف کے دلدادہ تھے۔

۹۔ **کان علی اعلم الصحابه**۔ یعنی حضرت علیؓ روحانی علوم میں سب صحابہ سے آگے تھے اور قیادت دینی اور امامت کے لئے علمی فوقیت اصل معیار ہے۔

۱۰۔ **کان علی صاحب لواء النبی ﷺ**۔ یعنی خیبر کی جنگ میں آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنا جھنڈا دیا اور کہا علی وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ کو پیارا ہے۔ چنانچہ آپ کی قیادت میں خیبر کا ایک بڑا مضبوط قلعہ سر ہوا۔

۱۱۔ **کان علی من آل النبی ﷺ**۔ یعنی حضور نے آیت تطہیر کے نزول کے وقت حضرت علیؓ کو اپنی آل میں شامل فرمایا تھا اور آپ کی آل میں سے ہونا ایک ایسا اعزاز ہے جو کسی اور صحابی کو نصیب نہیں ہوا۔

(آیت تطہیر کا سیاق و سباق بتاتا ہے کہ اس میں ازواج مطہرات بدرجہ اولیٰ شامل ہیں اور اگر مذکورہ بالا روایات انہیں الفاظ میں مستند اور صحیح ہے تو اس کے سوائے اس کے اور کوئی معنے نہیں کہ حضورؐ نے اس طرح اس خواہش کا اظہار کیا تھا اور دعا کی تھی کہ یہ لوگ بھی ان برکات کے حامل ہوں جو آیت تطہیر میں گنوائی گئی ہیں۔ نیز حدیث 'کل تقی فهو آلی' بھی قابل غور ہے۔ (اخرجه الطبرانی نیل الاوطار جلد ۲ صفحہ ۲۸۵)۔

۱۲ **کان علی وصی النبی ﷺ** یعنی آنحضرت ﷺ نے اپنی وفات سے پہلے یہ وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد

علیؓ میرے خلیفہ اور نائب ہونگے۔ نیز خم غدیر کے موقع پر حضرت علیؓ کے بارہ میں فرمایا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ" کہ جس کا میں مولا اور دوست ہوں علی بھی اس کے مولا اور دوست ہیں۔ اے اللہ جو علی سے محبت رکھے اور اس کا بھلا چاہے تو بھی اس سے محبت رکھ اور اسے برکات عطا کر اور جو علی سے دشمنی رکھے، اس کا برا چاہے تو بھی اس سے دشمنی رکھ اور اسے ہر قسم کی برکات سے محروم کردے۔

۱۳۔ کان علی وصی اللہ تعالیٰ شانہ یعنی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو حکم دیا تھا کہ وہ یہ اعلان کردیں کہ ان کے بعد علی خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین ہونگے۔ یہ وصیت قرآن کریم کے ساتھ ایک صحیفہ کی شکل میں نازل ہوئی تھی۔ اور آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو لوگوں تک پہنچانے کے پابند تھے۔ چنانچہ آیت کریمہ ﴿یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ﴾ (المائدہ: ۶۸) میں اسی آسمانی وصیت کی تبلیغ کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت علیؓ کے حق میں وصیت والی روایتوں پر اہل السنت والجماعت کا تبصرہ

مذکورہ بالا وجوہات میں سے کوئی وجہ بھی حضرت علیؓ کے استحقاق خلافت بلا فصل کو بالصراحت ثابت نہیں کرتی سوائے آخری دو وجوہات کے کہ اگر یہ دونوں وجوہات ثابت ہوں تو یہ حضرت علیؓ کی خلافت بلا فصل کی زبردست دلیل ہیں لیکن ان دو وجوہات کا اور اس قسم کی کسی وصیت کا نہ کوئی قطعی اور مستند تاریخی ثبوت ہے اور نہ کوئی دینیاتی، بلکہ وصیت کا نظریہ بہت بعد کی پیداوار ہے اور اس کا موجد جیسا کہ تواریخ سے ثابت ہے عبداللہ بن السوداء یہودی الاصل ہے جس نے حضرت علیؓ کی خلافت کے آخری دور میں یہ چرچا کیا کہ اس نے تورات میں یہ پڑھا ہے کہ ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے اس لئے آنحضرت کے وصی علیؓ ہیں اور جس طرح آنحضرتؐ خاتم الانبیاء ہیں اسی طرح علیؓ بھی خاتم الاوصیاء ہیں۔ (الفرق بین الفرق صفحہ ۱۷۸)

بہرحال نظریہ وصیت کے غلط ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی حضرت علیؓ اور ان کی فاطمی اولاد کے حق میں وصیت ہوتی اور امت کو اپنا امام بذریعہ شوریٰ منتخب کرنے کا حق نہ ہوتا تو صحابہؓ کبھی بھی آنحضرت ﷺ کے اس صریح حکم کی خلاف ورزی نہ کرتے۔ کیونکہ صحابہ کی اطاعت ان کی آنحضرت ﷺ سے وفا اور محبت تاریخ کا ایسا واقعہ ہے جس کی تائید خود قرآن کریم کرتا ہے اور تاریخ کا کوئی منصف مزاج مؤرخ اس حقیقت کا انکار نہیں کرسکتا۔ قرآن کریم نے صحابہ کی اس فرمانبرداری اور فدائیت کا سرٹیفکیٹ کئی جگہ دیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قربانیوں کو بنظر احسان دیکھا، ان کو قبول کیا اور ان سے راضی ہوگیا۔ چنانچہ حدیبیہ کے مقام پر صحابہ کی بیعت رضوان کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اللہ اس وقت مومنوں سے بالکل خوش ہوگیا اور راضی ہوگیا جبکہ وہ درخت کے نیچے تیری بیعت کر رہے تھے۔ اور اس نے ان کے دلوں کے ایمان کو خوب جان لیا ہے اس کے نتیجہ میں اس نے ان پر سکینت اور اطمینان نازل کیا اور قریب آنے والی انہیں فتح بخشی (سورہ الفتح: ۱۹)۔

پھر فرمایا: اور مہاجرین اور انصار میں سے جو سبقت لے جانے والے ہیں اور وہ جو کامل اطاعت اور پورے خلوص سے ان کے پیچھے چلے (جن کو تابعین کہا جاتا ہے) اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔ اس نے ان کے لئے ایسی جنتیں تیار کی ہیں جن کے اندر نہریں بہتی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

(توبہ: ۱۰۰)

پھر فرمایا: محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھ ہیں (یعنی صحابہ) وہ معاند منکروں کے خلاف بڑا جوش رکھتے ہیں لیکن آپس میں ایک دوسرے سے بہت ملاطفت اور محبت کا سلوک کرتے ہیں جب تو انہیں دیکھے گا تو رکوع کرنے والا اور سجدہ کرنے والا پائے گا (یعنی ہر قسم کے شرک سے پاک صرف اللہ کی فرمانبرداری کرنے والا اور اسی کی عبادت کرنے والا پائے گا)۔ وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا کی جستجو میں رہتے ہیں۔ ان کی شناخت ان کے چہروں پر سجدوں کے نشان کے ذریعہ موجود ہے۔ ان کی یہ حالت تورات اور انجیل میں بھی بیان ہوئی ہے...... اللہ نے مومنوں اور ایمان کے مطابق عمل کرنے والوں سے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو مغفرت اور اجر سے نوازے گا۔ (الفتح: ۳۰)

اللہ تعالیٰ جن لوگوں کا یہ وصف بیان کرتا ہے اور ان سے راضی اور خوش ہونے کا بتاتا ہے کیا ان سے یہ توقع ممکن ہے کہ وہ سب کے سب آنحضرت ﷺ کی وفات کے معاً بعد آپؐ کے نافرمان بن جائیں گے اور آپ کے اس حکم کو بھول جائیں گے جو اللہ کے ارشاد کے مطابق صحابہؓ کو دیا تھا اور حضرت علیؓ کے حق میں آپ نے جو واضح وصیت فرمائی تھی اسے نظر انداز کردیں گے۔

جب آنحضرت ﷺ کے جانشین اور خلیفہ کے بارہ میں مشورہ ہو رہا تھا اس وقت کسی صحابی کو یہ توفیق نہ ملی کہ وہ حضورؐ کی اس وصیت کا حوالہ دیتا کہ حضور تو حضرت علیؓ کے حق میں وصیت کر گئے ہیں۔

دوسرے دلائل تو بعض صحابہ نے دیئے مثلاً یہ کہ علیؓ یا عباسؓ آنحضرت ﷺ کے قریبی رشتہ دار ہیں اس لئے انہیں جانشین ہونا چاہئے لیکن کوئی بھی معتبر روایت نہیں کہ کسی نے اس موقع پر آپ کی وصیت کو بطور دلیل پیش کیا ہو۔ یہاں تک کہ حضرت علیؓ بھی اپنا حق جتانے کے لئے اس وقت یہ دلیل پیش نہیں کرتے۔

پھر حضرت علیؓ نے بعض روایتوں کے مطابق دوسرے یا تیسرے روز حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی اس موقع پر آپ نے یہ شکایت تو کی کہ اتنے اہم معاملہ میں مجھ سے مشورہ نہیں کیا گیا (کما روی) لیکن یہ اظہار نہ کیا کہ میرے حق میں تو آنحضرت ﷺ کی وصیت تھی۔ آپ کا بیعت کر لینا یہ ثابت کرتا ہے کہ آپ کے حق میں کوئی وصیت نہ تھی ورنہ آپ آنحضرت ﷺ کے صریح حکم کی نافرمانی کرنے والے کی ہرگز بیعت نہ کرتے کیونکہ یہ جرم اس جرم سے بڑا تھا جس کا یزید نے ارتکاب کیا تھا جس کی وجہ سے حضرت امام حسینؓ نے یزید کی بیعت نہ کی، بلکہ اس کے خلاف تلوار اٹھائی۔ پھر اگر ہم اس واقعہ کو درست مان لیں کہ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کے حق میں وصیت کی تھی جسے نعوذباللہ صحابہ نے تسلیم نہیں کیا تو قرآن شریف کا اعتبار اٹھ جاتا ہے اور اس کی ان متعدد تصریحات میں کوئی وزن باقی نہیں رہتا جو صحابہ کی قربانیوں کی قبولیت کے بارہ میں وہ دہرا دہرا کر اور تکرار کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ لہذا کوئی روایت خواہ کوئی اس کا نام حدیث رکھ لے درست نہیں ہو سکتی جو قرآن کریم کے خلاف ہو اور اس کی تصریحات کی تردید کرتی ہو اور اس کے بیان کردہ واقعات کو جھٹلاتی ہو۔

پھر حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کا وہ طرز عمل بھی کسی وصیت کے واقعہ کی تردید کرتا ہے جو آپ نے اپنے سے پہلے تینوں خلفاء کے بارہ میں اختیار کئے رکھا۔ کیونکہ شیعہ حضرات بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ تینوں خلفاء کے ساتھ پورا پورا تعاون کرتے رہے۔ (چنانچہ مؤرخین نے لکھا ہے کہ کان علی موفقا اذا کل التوفیق ناصحا للہ وللاسلام کل النصح حین استنع علی ھٰذین الشیخین فلم ینصب نفسہ للخلافۃ و لم ینازعھا ابابکر و انما بایعہ کما بایعہ الناس (علی و بنوہ مولفہ طہ حسین مطبوعہ دارالمعارف قاہرہ مصر ایڈیشن نمبر ۲، ۱۹۸۲ء)

ہر اہم مشورہ میں آپ شریک ہوتے جو وظائف حضرت عمرؓ کی طرف سے صحابہ کے مقرر ہوتے رہے وہ بڑی خوشدلی کے ساتھ حضرت علی بھی قبول کرتے۔

اگر نعوذباللہ یہ خلفاء اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نافرمان ہوتے اور حق خلافت انہوں نے غصب کیا ہوتا تو یہ ممکن نہ تھا کہ علی ان سے کسی قسم کا تعاون کرتے۔ علاوہ ازیں حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہ کا جب باہمی اختلاف ہوا اور اس سلسلہ میں دونوں کی خط و کتابت ہوئی تو اس میں بھی حضرت علی کی طرف سے یہ دلیل پیش نہیں کی گئی کہ میرے حق میں تو آنحضرت ﷺ کی وصیت موجود ہے۔ تاریخ میں یہ خط و کتابت محفوظ ہے اپنے خطوط میں حضرت علیؓ نے حق پر ہونے کے متعدد دلائل تحریر کئے ہیں لیکن کسی ایک خط میں بھی اپنے وصی ہونے کی دلیل پیش نہیں کی۔ بلکہ ایک خط میں حضرت علیؓ نے لکھا ہے کہ ان کے چچا عباسؓ اور امیر معاویہ کے والد ابوسفیانؓ نے آپ کو یہ پیشکش کی تھی کہ وہ آپ کی بیعت کرنے کے لئے تیار ہیں کیونکہ خلافت اور امارت بوجہ قرابت آپ کا حق ہے لیکن آپ نے فرمایا خلافت قائم ہوچکی ہے، لوگوں نے بیعت کرلی ہے اب میں تفریق بین المسلمین کا باعث نہیں بننا چاہتا۔ اسطرح آپ نے ان دونوں بزرگوں کی پیشکش کو مسترد کر دیا۔ اگر کوئی وصیت آپ کے حق میں ہوتی تو آپ کو استرداد کا کوئی حق نہیں پہنچتا تھا۔ پھر جب آپ کی شہادت کا وقت قریب آیا اور لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ اپنے جانشین کے بارہ میں وصیت کر جائیں تو آپ نے ایک روایت کے مطابق فرمایا "اترککم کما ترککم رسول اللہ" (طبقات ابن سعد جلد نمبر ۳ صفحہ ۴۵)۔ زیدیہ شیعہ جو حضرت امام زین العابدینؓ کے صاحبزادہ امام زید کے پیرو ہیں وہ یہ مانتے ہیں کہ آنحضوت ﷺ نے حضرت علیؓ کا نام لے کر کوئی وصیت نہیں کی تھی بلکہ اپنے بعد بننے والے خلیفہ کے اوصاف بیان کئے تھے جو حضرت علی پر منطبق ہوتے تھے۔

حضرت امام حسنؓ نے اپنی خلافت کے بارہ میں جو خط و کتابت امیر معاویہ سے کی اس میں بھی وصیت کی دلیل کا کوئی ذکر نہیں بلکہ امیر معاویہ نے جب آپ کو یہ پیشکش کی کہ اگر آپ میرے حق میں دستبردار ہو جائیں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کو اپنا ولی عہد مقرر کردونگا اس پر آپ نے فرمایا: "انہ لیس لمعاویۃ ان یعھد لاحد من بعدہ و ان یکون الامر شوریٰ و فی روایۃ کتب ان یکون الامر شوریٰ بعد موت معاویہ"

تحکیم کی تجویز کو قبول کرنا بھی اسبات کی دلیل ہے کہ حضرت علیؓ بطور وصی حق خلافت کے دعویدار نہ تھے ورنہ تحکیم کی تجویز بے معنی ہوتی۔ کم از کم تحکیم کے سلسلہ میں جو حکم نامہ لکھا گیا تھا اس میں وصیت کی دلیل کا ذکر ہونا چاہئے تھا۔ وصیت کے نظریہ کے متعلق یہی رویہ حضرت امام حسینؓ، حضرت امام زیدؓ اور حضرت امام محمد بن الحنفیہؒ کا بھی تھا۔ ان میں سے ہر ایک نے (حسب بیان تاریخ) خلافت کے حقدار ہونے کا دعویٰ کیا اور قرابت داری کی دلیل پیش کی لیکن کسی نے بھی وصیت کی دلیل کو پیش نہیں کیا۔ حالانکہ اگر حضرت علیؓ اور آپ کی اولاد کے بارہ میں وصیت ہوتی تو دعویٰ خلافت کے لئے وصیت کا واقعہ سب سے بڑی دلیل کی حیثیت رکھتا تھا۔ پھر وصیت کے معین الفاظ بھی کسی معتبر تاریخ یا کسی مستند متفق علیہ حدیث میں محفوظ نہیں ہیں جن سے قطعی طور پر یہ ثابت ہو کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنا جانشین اور خلیفہ نامزد فرمایا تھا۔ غدیر خم والا واقعہ اگر غور کیا جائے اور دوسرے واقعات کو مدنظر رکھا جائے تو اس سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ چند ایک منافقوں نے حضرت علیؓ کے بارہ میں نازیبا رویہ اختیار کیا تھا جیسا کہ خاندان نبوت یا جس کو اللہ تعالیٰ نے قیادت کا شرف بخشا ہو اس کے بارہ میں منافقین کا بالعموم طرز عمل ہوا کرتا ہے جس سے اکثریت کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ آنحضرت ﷺ نے اس ناواجب نکتہ چینی کا ازالہ فرمایا باقی سارا افسانہ ہے۔ زوائد حاشئے ہیں جو بہت بعد کی پیداوار ہیں اور وضع حدیث کے دور سے تعلق رکھتے ہیں۔

حضرت علیؓ کے بارہ میں وصیت کی جو روایات ہیں ان میں سے ایک روایت یوں ہے کہ جب آیت کریمہ ﴿و انذر عشیرتک الاقربین﴾ اتری تو آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو (جن کی عمر اس وقت دس سال کے قریب تھی) بلا کر کہا کہ میں اپنے رشتہ داروں کی دعوت کرنا چاہتا ہوں اس کا انتظام کرو اور اس کے لئے بنو عبدالمطلب کو بلاؤ چنانچہ جب وہ سب آگئے تو کھانا پیش کیا گیا۔ جب سب کھا چکے تو آپ نے تبلیغ شروع کی اور فرمایا کہ میں ایک بہترین پیغام لایا ہوں اسے قبول کرو اور میری مدد کرو۔ جو سبقت کرے گا وہ میرا بھائی، میرا وصی اور خلیفہ ہوگا۔ سب نے انکار کیا صرف علی نے کہا میں قبول کرتا ہوں۔ اس پر آپؐ نے علی کی گردن کو پکڑا اور کہا یہ میرا بھائی، میرا وصی اور خلیفہ ہوگا اس پر لوگ ہنستے ہوئے اٹھ کر چلے گئے۔ یہ روایت متعدد الفاظ میں مختصراً اور تفصیلاً مختلف کتب میں آئی ہے۔ اس وقت میرے سامنے تاریخ طبری ہے جس کے صفحہ ۲۱۶ جلد ۲ میں یہ حدیث مفصل درج ہے لیکن اس کے راویوں میں کوئی ضعیف ہے تو کوئی کذاب۔ مثلاً اس روایت کا

الفضل انٹرنیشنل میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں

Continental Fashions

گروس گیراؤ شہر کے عین وسط میں خواتین کی اپنی دوکان جس پر جدید طرز کے دیدہ زیب ملبوسات، ہر رنگ کے دوپٹے، چوڑیاں، بندیا، پازیب، بچوں کے جدید طرز کے گارمنٹس، فیشن جیولری اور کھلا کپڑا مناسب قیمت پر دستیاب ہے۔

آپ کی تشریف آوری کے منتظر

Continental Fashions
Walther rathenau Str. 6.
64521 Gross Gerau
Germany
Tel: 06152-39832

پانچواں راوی المنہال بن عمرو ہے جس کو اسماء الرجال کے بعض ماہرین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اسے سینی المذھب کہا ہے۔ ابن حزم نے بھی اس پر اعتراض کئے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ یہ دو درہموں کے لئے بھی گواہی دے تو قبول نہ کرو۔ پھر یہ عبداللہ بن الحارث سے یہ حدیث روایت کرتا ہے حالانکہ براہ راست اس نے یہ حدیث عبداللہ سے نہیں سنی اور درمیان میں راوی رہ گیا ہے۔ بعض روایات میں سعید بن جبیر کا ذکر آتا ہے۔ بہر حال یہ روایت منقطع ہے۔ اس کا چوتھا راوی عبدالغفار بن القاسم ہے۔ علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ غیر ثقہ اور رافضی ہے۔ علی مدینی کہتے ہیں کہ یہ حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ یحیٰ بن معین کہتے ہیں لیس بشئی یہ بے حیثیت انسان ہے۔ امام بخاری کہتے ہیں اہل حدیث اسے قوی نہیں مانتے۔ ابوداؤد کہتے ہیں یہ کذاب ہے اور النسائی کہتے ہیں یہ متروک الحدیث ہے۔...... ابن حبان کہتے ہیں یہ شراب پیا کرتا تھا۔ احادیث کو الٹ پلٹ کر دیا کرتا تھا۔ لا یجوز الاحتجاج بہ اسکو بطور سند قبول نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح باقی راویوں میں سے کسی پر کذاب ہونے کا الزام لگا ہے اور کسی کو ضعیف اور متروک الحدیث قرار دیا گیا ہے۔ غرض وصیت سے متعلق تمام روایات کی اگر چھان بین کی جائے تو کوئی بھی روایت ایسی نہیں ملے گی جس کی سند کے سارے راوی ثقہ اور مقبول الحدیث ہوں ایسے ہی راوی ملیں گے جن میں سے کوئی ضعیف ہے، کوئی متروک الحدیث ہے اور کوئی کذاب ہے۔

یاد رہے کہ ابن جریر طبری تیسری صدی کے ایک مؤرخ ہیں اور جیسا کہ اس زمانہ میں رواج تھا کہ ہر رطب ویابس جو سنا تاریخ میں درج کر دیا جاتا تھا۔ یہ ناقدین کا کام ہے کہ وہ صحیح اور غلط کی چھان بین کریں اور درست اور نادرست میں امتیاز کی راہ نکالیں۔

خود شیعہ مصادر میں یہ روایت موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ کا کوئی صریح اور مستند ارشاد موجود نہیں جس کا تعلق حضرت علیؓ کی وصیت سے ہو چنانچہ ایک شیعہ مؤرخ لکھتے ہیں قال صاحب کتاب المھدیة فی الاسلام لما کان الرسول صلوات اللہ علیہ قد لحق بالرفیق الاعلیٰ دون ان یدلی برأی صریح ینقلہ الینا مصدر موثق بہ (فی امرا لنیابة والخلافة) فقد تشعبت الآراء و تباینت الاھواء ۔(تاریخ الفرق الاسلامیہ صفحہ ۱۱)۔

یعنی آنحضرت ﷺ نے وفات سے پہلے خلافت اور نیابت کے بارہ میں کسی رائے کا اظہار نہیں کیا تھا۔ کوئی مستند قابل اعتبار روایت کسی ایسی رائے کے اظہار کے بارہ میں موجود نہیں ہے۔

نہج البلاغہ

یہ ایک بے سند مجموعہ ہے جو دوسری صدی کے آخر میں ترتیب کے مراحل سے گزرا۔ یہی حال ان کتابوں کا ہے جو الوصیت یا اثبات الوصیت کے نام سے فروغ پائیں جن کے ذریعہ ایک یہودی نژاد منافق کے تصور کو پروان چڑھایا گیا۔ دراصل فتنہ کے دور میں بنوامیہ کے مقابل میں اس دوڑ کا آغاز ہوا اور پھر اتنی روایات گھڑی گئیں کہ حضرت امام شافعی کو مجبوراً یہ کہنا پڑا کہ 'ما رئیت فی اھل الاھواء قوماً اشد بالزور من الرافضة وضعوا فی فضائل علی و اھلہ آلاف الاحادیث'۔ حالانکہ امام شافعی حب اہل بیت نبوی میں مشہور تھے اور آپ نے اس سلسلہ میں مشکلات اور اعتراضات کا سامنا بھی کیا۔

چنانچہ آپ نے بعض اوقات شعر کے ذریعہ اس قسم کی مشکلات کا ذکر فرمایا۔ مشہور ہے کہ آپ بطور تمثیل یہ شعر بکثرت پڑھتے تھے ؎

ان کان رفضا حب آل محمد
فلیشھد الثقلان انی رافض

شیعہ روایات میں وصیت کی دلیل کا ذکر پہلی بار ۳۰۰ھ کے بعد حضرت امام جعفرؒ کی طرف منسوب چند روایات میں آیا ہے۔ انہوں نے بھی کسی روایت میں یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ واقعہ کسی ذریعہ سے ان تک پہنچا ہے۔ نیز ان میں بعض روایات میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو یہ تاکید کر دی تھی کہ وہ کسی سے اس وصیت کا ذکر نہ کریں۔ اس راز کے انکشاف کے پہلے مجاز حضرت امام جعفر صادق بیان کئے گئے ہیں۔

پس جو وصیت ایسی ہے جس کا دوسروں کو علم ہی نہیں اور جن قریبی لوگوں کو علم ہے ان کو انکشاف کی اجازت نہیں وہ وصیت دوسرے لوگوں کے لئے حجت کیسے ہو سکتی ہے۔

پھر جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہے اور واقف حال لوگ جانتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادقؒ کی طرف اتنی متضاد روایات منسوب کی گئی ہیں کہ اعتبار کی کوئی بنیاد ہی باقی نہیں رہتی اور اس قسم کے تضاد کی بنا پر محققین نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ متعدد مفاد پرست عناصر آپ کے نام سے فائدہ اٹھا کر آپ کی طرف منسوب کر کے ایسی غلط باتوں کو رواج دیتے رہے ہیں جن کی اسلام میں کوئی اصل نہیں بلکہ وہ باتیں اسلامی احکام کے صریح خلاف ہیں۔ خود شیعہ حضرات کی اکثریت بھی بالعموم صحیح معنوں میں وصیت کے عقیدہ پر قائم نہیں رہی۔ (اصول الکافی جلد نمبر ا صفحہ ۲۸۸)۔ کوئی پہلے امام کو ہی مہدی مانتا تھا، کوئی تیسرے امام پر بس ہو گیا، کوئی چوتھے، پانچویں وغیرہ کو آخری امام مانتا تھا اور شیعہ اثنا عشریہ بارہویں امام پر آکر رہ گئے اور اس کو زندہ غائب اور مہدی منتظر ماننے پر مجبور ہوئے۔ جب غائب منتظر ہی ماننا ہے تو پھر ان لوگوں کا مسلک کیوں نہ صحیح سمجھ لیا جائے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو زندہ غائب اور مہدی منتظر مانتے ہیں۔ بارہویں امام تک سلسلہ چلانے کے تکلف کی کیا ضرورت ہے۔ اس سے تو اسماعیلی شیعوں کا مسلک زیادہ معقول ہے جو امام حاضر کی بیعت کے قائل ہیں اور ایک امام کے فوت ہو جانے کے بعد دوسرے امام کو مان لیتے ہیں۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ)

احمدی طلباء وطالبات متوجہ ہوں

وہ احمدی طلباء و طالبات جو خاص طور پر ان ممالک کے تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں جہاں پر طریقہ تدریس انگریزی زبان میں رائج ہے یا وہ ممالک جہاں پر پوسٹ گریجوئیٹ تعلیم انگریزی زبان میں دی جاتی ہے، نظارت تعلیم صدر انجمن احمدیہ ربوہ کو درج ذیل معلومات ارسال کریں۔

ا۔ تعلیمی ادارہ میں کرائے جانے والے انڈر گریجوئیٹ اور پوسٹ گریجوئیٹ کورسز کی تفصیل۔

۲۔ ادارہ میں داخلہ حاصل کرنے کا طریقہ کار اور تعلیمی اخراجات کی تفصیل۔

۳۔ ادارہ اگر پوسٹ گریجوئیٹ معیار کا ہو تو ادارہ کی سالانہ تحقیقی رپورٹ۔

نظارت تعلیم
صدر انجمن احمدیہ، ربوہ
پوسٹ کوڈ ۳۵۴۶۰۔ پاکستان

جستہ جستہ

ایک مژدہ

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ اپنی تصنیف "حیات قدسی" میں تحریر فرماتے ہیں:

"بعض اوقات ایک معمولی سی بات بہت بڑے فضل کا باعث بن جاتی ہے۔ ۱۹۲۰ء میں خاکسار لاہور سے مرکز مقدس سیدنا حضرت خلیفة المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں اپنے ساتھ مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبایعین کا ایک ٹریکٹ بھی لے آیا جو ان دنوں تازہ شائع ہوا تھا اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اب اس ٹریکٹ کا جواب بھی طبع ہونے پر لے جائیں اور مولوی محمد علی صاحب کو پہنچا دیں۔۔ چنانچہ حضور نے اس ٹریکٹ کے جواب میں اپنی گراں قدر کتاب "حقیقة النبوة" تصنیف فرمائی اور طبع کروا کے مجھے مولوی محمد علی صاحب کو پہنچانے کے لئے دی۔ اس کتاب کو جب خاکسار نے کھول کر دیکھا تو صفحہ نمبر ۹ پر اس عاجز حقیر خادم کا نام بھی ٹریکٹ لانے کے متعلق میں مذکور تھا۔ اور حضور نے ازراہ نوازش کریمانہ خاکسار کے نام کے ساتھ "حبی فی اللہ" کے الفاظ تحریر فرمائے تھے۔ اس عاجز کے لئے تو 'محبی فی اللہ" کے الفاظ بھی حد درجہ کی مسرت اور عزت کا باعث تھے۔ لیکن جب میں نے حبی فی اللہ کے الفاظ اپنے نام کے ساتھ لکھے ہوئے دیکھے تو میرے قلب نے انتہائی خوشی اور مسرت محسوس کی اور اب تک میں ان الفاظ کو خوشی اور مسرت کا موجب سمجھتا ہوں۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے کہا: " انی معك و مع اھلك و مع من احبك" یعنی میری معیت تجھے حاصل ہے اور تیرے اہل کو حاصل ہے اور اس خوش نصیب شخص کو بھی حاصل ہے جو تیرے ساتھ محبت رکھتا ہے۔ اس کلام الٰہی سے جب محبی فی اللہ کے الفاظ کے مستحق اشخاص کو بھی اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہے۔ تو حبی فی اللہ کے مستحقین کے لئے بدرجہ اولیٰ معیت کا استحقاق ہے۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے اس معیت خاصہ کی برکات مختصہ سے علاوہ جماعت کے مخلصین محبین کے اس خاک پائے مقدسین کو بھی نوازے۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اور الہام یہ بھی ہے کہ 'الارض والسماء معك کما ھو معی' یعنی زمین و آسمان اسی طرح تیری معیت میں ہیں جس طرح وہ میرے ساتھ ہیں۔

اس الہام کو جب اس سے پہلے ذکر کردہ الہام کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے تو حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صادق محبین کے لئے بہت ہی عظیم الشان مژدہ نظر آتا ہے۔ گویا آسمان اور زمین کی نصرتیں اور برکتیں اور فیوض و خزائن جس طرح اللہ تعالیٰ کی معیت میں ہیں اسی طرح حضرت اقدس علیہ السلام، آپ کے مقدس اہل بیت اور آپ کے محبین کے ساتھ وابستہ ہیں۔ موجودہ دور میں محبان حضرت مسیح الاسلام کے لئے یہ عظیم الشان مژدہ ہے جس پر جتنا بھی اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لایا جائے کم ہے۔

اس الہام میں محبوں کا نمبر تیسرا رکھا گیا ہے اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ معیت دراصل وہی ہے جو دلی خلوص اور محبت کے تعلق سے ہو ورنہ ایک دشمن بھی ظاہری اعتبار سے معیت اختیار کر سکتا ہے اور پہلو نشین ہو سکتا ہے لیکن یہ نفس امارہ کی معیت بجائے نفع رساں ہونے کے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ اصل معیت محبت کے تعلق پر موقوف ہے خواہ محب محبوب سے بظاہر ہزاروں کوس دور ہو پھر بھی قریب ہی محسوس ہوتا ہے اور ہر وقت اپنے محبوب کے رنگ میں رنگین اور اس کی محبت کے نشہ میں سرشار رہتا ہے ؎

دین عاشق دین معشوق است و بس
عشق خالق دین مخلوق است و بس

غزل

لب کھلے اور نہ آنکھوں نے سوالات کئے
تجھ سے شکوے بھی نہ اے گردش حالات کئے

منصف شہر کچھ ان سے بھی تو پوچھا ہوتا
تو نے مجھ سے ہی کئے جتنے سوالات کئے

ہم کو تبدیلی مسلک پہ ستانے والو!
تم نے تبدیل کبھی ہم سے خیالات کئے؟

کبھی سوچو! تمہیں لکھے گا مؤرخ کیا کیا
اس نے تحریر جب اس عہد کے حالات کئے

ہم کو حاصل تو نہ تھے صبر و رضا کے جوہر
جذبہ عشق نے پیدا یہ کمالات کئے

ہم نے جو لفظ تراشے کبھی جاناں کے لئے
وہی اب نذر ستم خیزی حالات کئے

ہر مصلحت خرد آمیز سے بالا ہے ظفر
وہ جنوں جس نے یہ آباد حوالات کئے

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

'امامِ اعظم' حضرت امام ابو حنیفہؒ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں فرمایا "وہ ایک بحرِ اعظم تھا اور دوسرے سب اس کی شاخیں ہیں...... امام بزرگ ابو حنیفہؒ کو علاوہ کمالات علم آثارِ نبویہ کے استخراج مسائل قرآن میں ید طولیٰ تھا" - حضرت امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں مکرم ظفر اللہ خان طاہر صاحب کا مضمون ماہنامہ "انصار اللہ" اپریل ۹۷ء میں شاملِ اشاعت ہے-

آپؒ کا نام نعمان، کنیت ابو حنیفہ اور لقب امام اعظم تھا- ۸۰ھ میں کوفہ میں فارسی النسل ثابت بن زوطی کے ہاں پیدا ہوئے جو کپڑے کا کاروبار کرتے تھے- ہوش سنبھالا تو آپؒ بھی اسی کاروبار میں شامل ہو گئے- ایک روز بازار سے گزر رہے تھے کہ کوفہ کے مشہور امام، امام شعبیؒ نے انہیں بلایا اور پوچھا کہاں جا رہے ہو؟- آپؒ نے کسی سوداگر کا نام لیا تو امام نے فرمایا 'میرا مطلب ہے پڑھتے کس سے ہو'- آپ نے افسوس کے ساتھ جواب دیا "کسی سے بھی نہیں"- اس پر شعبیؒ نے کہا "مجھ کو تم میں قابلیت کے جوہر نظر آتے ہیں- تم علماء کی صحبت میں بیٹھا کرو"- آپؒ نے یہ نصیحت قبول کی اور نہایت اہتمام سے تحصیل علم پر متوجہ ہوئے اور پہلے علم العقائد (یعنی علم کلام) کے میدان کو منتخب کیا اور وہ کمال پیدا کیا کہ بڑے بڑے اساتذہ فن، آپؒ سے بحث نہیں کرتے تھے- پھر فقہ کے میدان میں اترے اور کوفہ کے مشہور امام حمادؒ کے شاگرد ہوئے- ۱۲۰ھ میں جب آپؒ کی عمر ۴۰ برس تھی تو امام حمادؒ کی وفات پر ان کی مسندِ درس پر آپؒ جلوہ افروز ہوئے-

حضرت امام ابو حنیفہؒ کو حضرت امام باقرؒ اور حضرت امام جعفر صادقؒ سے شاگردی کا تعلق تھا اور اہلِ بیت سے فطرتاً بہت محبت بھی تھی چنانچہ اس عقیدت کی بناء پر اموی خلفاء کو یہ گمان گزرا کہ آپؒ حکام کے خلاف بغاوت میں اہلِ بیت کے معاون ہیں لیکن چونکہ آپؒ کے خلاف کوئی ثبوت نہیں تھا اس لئے انہوں نے ایک طرف اہل بیت کے سرکردہ افراد کو شہید کر دیا اور دوسری طرف آپؒ کو حکومت میں شامل کرنے کے لئے قضاء یا خزانہ کے شعبے پیش کئے گئے لیکن آپؒ کے معذوری ظاہر کرنے پر کوئی روز تک قید میں رکھ کر آپؒ پر کوڑے برسائے جاتے رہے- جب آپؒ کو قید سے رہائی ملی تو آپؒ مکہ تشریف لے آئے جہاں جلاوطنی میں چھ سال بسر کئے اور اس دوران علمی مشاغل کو بھی ساتھ جاری رکھا-

۱۳۲ھ میں بنو امیہ کی حکومت کے خاتمہ کے بعد خلافت پر عباسی خاندان قابض ہوا تو انہوں نے بھی فتنوں کو فرو کرنے کے نام پر مظالم شروع کئے- اہل بیت کے کئی سرکردہ افراد کو شہید کر دیا گیا اور اہل بیت سے تعلق کی بناء پر امام ابو حنیفہؒ کو دربار میں حاضر ہونے کا فرمان جاری کیا- اس وقت منصور کی حکومت تھی- اس نے آپؒ کو قاضی مقرر کرنا چاہا لیکن آپؒ نے انکار کر دیا- آپؒ کے انکار پر اس نے غصہ میں آکر کہا "تم جھوٹے ہو"- آپؒ نے فرمایا "اگر میں جھوٹا ہوں تو اس عہدہ کے قابل نہیں ہوں کیونکہ جھوٹا قاضی نہیں مقرر ہو سکتا"-

اس جواب کے بعد منصور نے امام ابو حنیفہؒ کو قید کر دیا- آپؒ نے قید میں بھی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا چنانچہ امام محمدؒ جو بعد میں فقہ حنفی کے دست و بازو بنے انہوں نے قید میں ہی آپؒ سے تعلیم پائی- آپؒ کے دوسرے نامور شاگرد امام ابو یوسفؒ ہیں - چونکہ قید میں ہونے کے باوجود حضرت امام ابو حنیفہؒ کی شہرت ہر طرف پھیلتی جا رہی تھی جس سے منصور کو خطرہ لاحق تھا چنانچہ اس نے قید میں ہی آپؒ کو زہر دلوا دیا اور اس طرح آپؒ رجب ۱۵۰ھ میں وفات پا گئے- آپؒ کی نماز جنازہ چھ بار ادا کی گئی- پہلی بار شامل افراد کی تعداد ۵۰ ہزار سے زائد تھی- حضرت امام ابو حنیفہؒ کی وصیت کے مطابق آپؒ کو خیزران کے مشرقی جانب دفن کیا گیا جہاں سلطان ارسلان سلجوقی نے ۴۵۹ھ میں آپؒ کا مقبرہ اور ساتھ ایک مدرسہ 'مشہد ابی حنیفہ' تعمیر کروایا جو بغداد کا پہلا مدرسہ خیال کیا جاتا ہے-

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے آنے والے مسیح کو امام ابو حنیفہؒ سے مناسبت دی ہے کہ دونوں پرہیزگاری اور تقویٰ کی برکت اور سنت کی متابعت سے اجتہاد اور استنباط کے نہایت بلند درجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ دوسرے لوگ اس کے سمجھنے سے بھی قاصر ہیں اور دقت معانی کی وجہ سے ان کے اجتہادات کو کتاب و سنت کے مخالف سمجھتے ہیں......-

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں "ہمارے نزدیک سب سے اول قرآن مجید ہے، پھر احادیث صحیحہ جن کی سنت تائید کرتی ہے- اگر کوئی مسئلہ ان دونوں میں نہ ملے تو پھر میرا مذہب تو یہی ہے کہ حنفی مذہب پر عمل کیا جاوے"-

-......☆......☆......☆......-

مکرم مولانا سلطان احمد صاحب پیر کوٹی کی خدمات

مکرم مولانا سلطان احمد صاحب پیر کوٹی مرحوم نے متعدد اہم کتب مرتب کی ہیں جن میں سے بعض حوالہ کی کتب کے طور پر بھی استعمال ہوتی ہیں اور ان کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں- آپ کچھ عرصہ فوج میں بھی ملازم رہے تھے اور بعد میں ریٹائرڈ فوجیوں کی تنظیم کے ویلفیئر آفیسر کے طور پر خدمات انجام دیں-

مکرم پیر کوٹی صاحب کی یادگار خدمات میں سے حضرت مصلح موعودؓ کے خطبات کی تدوین و تحریر کا کام ہے- آپ حضورؓ کی رواں تقاریر لکھا کرتے تھے اور اس مقصد کے لئے کئی کچی پنسلیں تیار کر کے اپنے پاس رکھا کرتے تھے- آپ کو یہ مشق ہو گئی تھی کہ قلم کو کاغذ سے اٹھائے بغیر مسلسل لکھتے چلے جاتے اور نقطے وغیرہ بعد میں لگاتے- اس سلسلہ میں حضورؓ سے بھی بارہا ملاقات کا موقع ملتا تھا اور آپ بیان کیا کرتے تھے کہ حضرت مصلح موعودؓ نے بارہا اردو گرائمر اور زبان کی غلطیوں کی تصحیح فرمائی اور آپؓ کی یادداشت اتنی غیر معمولی تھی کہ بعض دفعہ کسی لفظ پر نشان لگا کر فرمایا کرتے کہ یہ لفظ میں نے اپنی تقریر میں استعمال نہیں کیا اور ہمیشہ حضورؓ کی بات درست ثابت ہوتی- روزنامہ "الفضل" ربوہ ۶ر مئی میں آپ کا ذکرِ خیر مکرم عبدالباسط شاہد صاحب کے قلم سے شائع ہوا ہے-

-......☆......☆......☆......-

مکتوب آسٹریلیا

(چوہدری خالد سیف اللہ خان، نمائندہ الفضل انٹرنیشنل آسٹریلیا)

آسٹریلیا کے شب و روز سالانہ رپورٹ کے آئینہ میں

حکومت آسٹریلیا کا محکمہ شماریات ہر سال یہاں کے اعداد و شمار کتابی صورت میں شائع کرتا ہے جو عوام کے رجحانات وغیرہ جاننے کا بڑا مفید ذریعہ ہوتا ہے۔ حال ہی میں ۷۶۷ صفحات پر مشتمل 1997 year Book of Australia شائع ہوئی ہے۔ جس کی تدوین میں کوئی تین ہزار مصنفین نے حصہ لیا ہے۔ اس کتاب میں سے بعض اعداد و شمار جو دلچسپی کے حامل ہیں پیش کئے جاتے ہیں۔

ایک زمانہ تھا کہ آسٹریلیا کا روایتی خاندان میاں بیوی اور دو بچوں پر مشتمل سمجھا جاتا تھا لیکن گراف یہ ظاہر کرتا ہے کہ تدریجاً یکا و تنہا زندگی بسر کرنے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو شادی ہی نہیں کرتے یا پھر جن کی شادی ٹوٹ چکی ہوتی ہے اور اب اس کے نام سے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہیں۔ بیس سال قبل ۱۹۷۶ء میں ۶۰ فیصد اس طرح کے روایتی گھرانے تھے جو اب کم ہو کر ۵۱ فیصد رہ گئے ہیں۔ پہلی بار کی شادیاں چالیس فیصد طلاق کی نذر ہوتی ہیں پہلے یہ رجحان تھا کہ بچے جوان ہوتے ہی والدین کے گھروں کو چھوڑ دیتے تھے۔ اکثر والدین چونکہ خود اس منزل سے گزر چکے ہیں وہ اب بھی اپنے بچوں سے یہی توقع کرتے ہیں لیکن اقتصادی حالات اور بیکاری وغیرہ انہیں مجبور کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ عرصہ اپنے والدین کے گھروں میں گزاریں چنانچہ اب بیس اور چوبیس سال کی عمر کے چالیس فیصد نوجوان اپنی والدہ والد یا دونوں کے (اگر وہ خوش قسمت ہوں تو) ساتھ رہتے ہیں۔ ۱۹۸۰ء میں یہ تعداد چونتیس فیصد تھی۔ اگرچہ اکثر اپنی رہائش یا خوراک وغیرہ کا خرچہ ادا کرتے ہیں۔

عمروں کی طوالت کے اعتبار سے آسٹریلیا کے لوگ برطانیہ، نیوزی لینڈ اور امریکہ سے آگے ہیں جبکہ فرانس، جاپان اور سویڈن سے پیچھے ہیں۔ ۴۴ سال سے کم عمر کے لوگ زیادہ تر بیماری سے نہیں بلکہ "بیرونی عوامل" کی وجہ سے مرتے ہیں۔ مثلاً حادثات، تشدد، خودکشی وغیرہ سے۔ جبکہ بوڑھے لوگ زیادہ تر کینسر، امراض قلب اور فالج جیسی امراض کے ہاتھوں دنیا کو خیرباد کہتے ہیں۔

آسٹریلیا بتدریج ایک ایشیائی ملک کا روپ دھار رہا ہے۔ یہی رجحان رہا تو بعض گوروں کو خطرہ ہے کہ اگلی نصف صدی یا صدی میں اس کی آبادی کی اکثریت ایشیائی آبادکاروں کی نسلوں پر مشتمل ہو گی۔ یہاں ایشیا سے زیادہ تر چین، ہانگ کانگ، ویٹ نام، جاپان، کوریا اور فلپائن کے ممالک مراد لئے جاتے ہیں۔ ۱۹۶۰ء کے دہاکہ میں جو لوگ آسٹریلیا آباد ہونے کے لئے آئے ان میں سے ۴۷ فیصد ویٹ نام اور ۴ء۶ فیصد انڈیا سے آکر یہاں بسے تھے۔ یعنی یورپین آبادکار ۸۱ فیصد سے کم ہو کر ۲۲ فیصد رہ گئے ہیں۔

اسی روز کے اخبار میں ایک اور علیحدہ رپورٹ آسٹریلیا کی مقامی آبادی Aborigines کی حالت زار کے بارہ میں بھی شائع ہوئی ہے۔ وہ یہاں کے اصلی باشندے ہیں اور اب پوری آبادی جو سترہ ملین کے قریب ہے اس کا ڈیڑھ فیصد ہیں۔ یعنی Aborigines کی کل موجودہ آبادی اڑھائی لاکھ کے قریب ہے۔ آگے یہ کئی نسلوں اور قبائل وغیرہ میں منقسم ہیں۔ اس وقت ان کے بڑے بڑے گروپوں کی تعداد آٹھ کے قریب ہے اور ان سب نے اقوام متحدہ کے حقوق انسانی کمیشن کے سامنے اپنا دکھڑا رویا ہے جس پر اخبار ہیرلڈ ۳ر اپریل ۹۷ء لکھتا ہے کہ:

"آسٹریلیا کی بین الاقوامی شہرت دنیا کے سب سے بڑے انسانی حقوق کے ادارہ کے سامنے حملہ کی زد میں ہے۔ جنیوا میں آٹھ بڑی Aboriginal تنظیموں کے نمائندوں نے یہاں کے اصلی باشندوں کے بچوں کی ان کے والدین سے (گوروں کے ہاتھوں) جبری علیحدگی کو نسل کشی (Genocide) قرار دیا ہے...... ان کے نمائندہ مسٹر Bill Barker نے کہا کہ حکومت کو تسلیم کر لینا چاہئے کہ مقامی لوگوں کے دکھ کسی تاریخی حادثہ کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک لمبے عرصہ تک ان کے انسانی حقوق کی پامالی کا نتیجہ ہیں ...."۔

قدیمی باشندوں کے متعلق جو اعداد و شمار شائع ہوئے ہیں ان کے مطابق ان کی شرح اموات اپنی آبادی کی نسبت سے دوسرے شہروں کے مقابلہ میں چھ گنا ہے۔ وہ انفیکشن کی مختلف بیماریوں میں ۱۸ گنا زیادہ مبتلا ہوتے ہیں۔ ان کو ہسپتالوں میں تین گنا زیادہ داخل ہونا پڑتا ہے۔ ان کے بچے بوقت پیدائش دگنی تعداد میں مرتے ہیں۔ وہ لڑائی جھگڑوں کے واقعات میں ۱۷ گنا زیادہ ملوث ہوتے ہیں۔ ان میں سے چالیس فیصد غربت کے معیار سے نیچے ہیں۔ اور ان کی عمریں اتنی مختصر ہوتی ہیں کہ وسطی افریقہ یا انڈیا کی آبادی کے برابر ہے۔ کثرت شراب نوشی، نشہ کی لت، جنسی بیماریاں، امراض قلب، ذیابیطس اور خودکشیاں ان میں بکثرت ہیں۔ آسٹریلیا کی گوری آبادی میں سے ہر ہزار میں سے ۲ء۶ بچے ایسے ہیں جن کو عدالتیں حکومت کی تحویل میں نگرانی اور حفاظت کے لئے دے دیتی ہیں۔ اس کے مقابلہ میں یہاں کے قدیم باشندوں کے بچوں میں یہ تعداد ہر ہزار میں سے ۳ء۱۷ ہے۔ یعنی تقریباً سات گنا زیادہ۔

عام طور پر یہی باور کیا جاتا ہے کہ گورے آبادکاروں نے پہلے تو یہاں کے قدیم باشندوں کی امکانی حد تک نسل کشی کی اور جب ان پر غلبہ پا لیا اور وہ تعداد میں آٹے میں نمک کے برابر رہ گئے تو ان کے بچوں کو ان کے والدین سے چھین کر اپنا مذہب اور کلچر ان کو سکھایا اور یہ سلسلہ ۱۹۶۰ء کی دہائی تک چلتا رہا۔ اور جو بچ گئے ان کو اتنا دیا کہ نکما اور بیکار کر دیا اور اپنے کلچر کی وہ باتیں جن سے وہ خود بھی اب دکھ محسوس کرنے لگے ہیں وہ ان کو بھی سکھا دیں۔ حتیٰ کہ اب وہ ان سماجی برائیوں کی دلدل میں بری طرح دھنس گئے ہیں۔ کوئی مسیحا ہی ہے جو آئے اور انہیں اس دلدل سے نکالے۔ خدا کرے ان کی آنکھیں اور دل بھی خدائی پیغام کو سننے کے لئے کھلیں۔

TOWNHEAD PHARMACY
31 TOWNHEAD,
KIRKINTILLOCH,
GLASGOW G66 1NG

FOR ALL YOUR
PHARMAECUTICALS
NEEDS PHONE:

TEL: 0141-777 8568
FAX: 0141-776 7130

Muslim Television Ahmadiyya International

Programme Schedule for Transmission

4th July 1997 to 10th July 1997

Please note programmes and timings may change without prior notice.
All times are given in British standard time.
For more information please phone or fax +44-181-874 8344

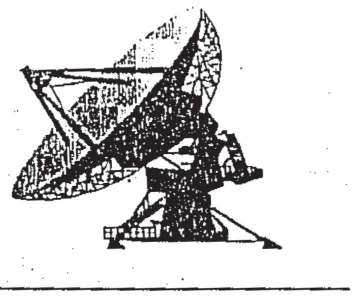

28 SAFAR
Friday 4th July 1997

00.00	*Announcements and Detail of Programmes*
00.05	Tilawat, Hadith, News
00.30	Children's Corner: Yassarnal Quran
01.00	Liqaa Ma'al Arab (R)
02.00	Quiz Programme - History of Ahmadiyyat (Part 2) (R)
02.30	Huzur's Reply To Allegations- Session 30 (8.6.94) (Part 2) (R)
03.00	Urdu Class (R)
04.00	Learning Dutch (R)
05.00	Homoeopathy Class with Huzoor (R)
06.00	*Announcements and Detail of Programmes*
06.05	Tilawat, Hadith, News
06.30	Children's Corner: Yassarnal Quran
07.00	Pushto Programme
08.00	Bazm-e-Moshaira Organized By : B. A. Rafiq Sahib , Belmont Hall , London (Part 3) (R)
09.00	Liqaa Ma'al Arab - (R)
10.00	Urdu Class
11.00	Computers For Everyone -Part 15
12.00	*Announcements and Detail of Programmes*
12.05	Tilawat, News
12.30	Darood Shareef and Nazm
13.00	Friday Sermon by Huzoor , Fazl Mosque , London
14.00	Bengali Programme
15.00	Huzoor's Mulaqat With Urdu Speaking Friends
16.00	Liqaa Ma'al Arab (N)
17.00	Friday Sermon By Huzoor (R)
18.00	*Announcements and Detail of Programmes*
18.05	Tilawat, Hadith
18.30	Children's Corner -Mulaqat With Huzoor
19.00	German Service
20.00	Urdu Class
21.00	Medical Matters with Dr M.H.Khan
21.30	Friday Sermon by Huzoor (R)
22.45	Huzoor's Mulaqat With Urdu Speaking Friends (R)

29 SAFAR
Saturday 5th July 1997

00.00	*Announcements and Detail of Programmes*
00.05	Tilawat, Hadith, News
00.30	Children's Corner -Mulaqat With Huzoor (R)
01.00	Liqaa Ma'al Arab - (R)
02.00	M.T.A. U.S.A. Production : Response To Phil Arms , A Christian Priest By: M.A. Cheema Sahib (No. 8)
03.00	Urdu Class (R)
04.00	Computers For Everyone-Part 15(R)
05.00	Huzoor's Mulaqat With Urdu Speaking Friends (R)
06.00	*Announcements and Detail of Programmes*
06.05	Tilawat, Hadith, News
06.30	Children's Corner -Mulaqat With Huzoor
07.00	Saraiki Programme
08.00	Medical Matters with Dr M.H. Khan
09.00	Liqaa Ma'al Arab
10.00	Urdu Class
11.00	Interview: Advocate Mirza Abdul Haq , Ameer of Punjab (Part 1)
12.00	*Announcements and Detail of Programmes*
12.05	Tilawat, News
12.30	Learning Chinese
13.00	Q/A Session with Huzoor, At Nasirabad, Sindh (15.2.84)
14.00	Bengali Programme
15.00	Children's Class - 5.7.97
16.00	Liqaa Ma'al Arab
17.00	Arabic Programme : Tafseer-ul-Quran
18.00	*Announcements and Detail of Programmes*
18.05	Tilawat, Hadith
18.30	Children's Corner : Q/A With Nasirat-ul-Ahmadiyya , With M. Ata-ul-Kaleem
19.00	German Service
20.00	Urdu Class (N)
21.00	Around The Globe : 1) NASA Space Shuttle Ground Support 2) National Aeronautic & Space Administration 3)Space Shuttle Propulation
22.00	Children's Class - 5.7.97 (R)
23.00	Learning Chinese
23.30	Hikayat-e-Shereen

1 RABI 'AL AWAL
Sunday 6th July 1997

00.00	*Announcements and Detail of Programmes*
00.05	Tilawat, Hadith, News
00.30	Children's Corner : Q/A Session With Nasirat-ul-Ahmadiyya , With Maulana Ata-ul-Kaleem
01.00	Liqaa Ma'al Arab
02.00	M.T.A. U.S.A. Production: Interview - Charles Vetter Jr. By - Col. Fazal Ahmed (Part 1)
03.00	Urdu Class (R)
04.00	Learning Chinese
05.00	Children's Class -5.7.97 (R)
06.00	*Announcements and Detail of Programmes*
06.05	Tilawat, Hadith, News
06.30	Children's Corner : Q/A With Nasirat-ul-Ahmadiyya , With M. Ata-ul-Kaleem
07.00	Friday Sermon By Huzoor (R)
08.00	Islamic Teachings: Rohani Khazaine
09.00	Liqaa Ma'al Arab (R)
10.00	Urdu Class (R)
11.00	Around The Globe : 1) NASA Space Shuttle Ground Support 2) National Aeronautic & Space Administration 3)Space Shuttle Propulation
12.00	*Announcements and Detail of Programmes*
12.05	Tilawat, News
12.30	Learning Chinese
13.00	Q/A Session with Huzoor At Hamburg, Germany, (15.5.97)
14.30	Bengali Programme
15.00	Huzoor's Mulaqat With English Speaking Friends (6.7.97)
16.00	Liqaa Ma'al Arab
17.00	Albanian Programme
18.00	*Announcements and Detail of Programmes*
18.05	Tilawat , Hadith
18.30	Children's Corner : Children's Workshop (No. 5)
19.00	German Service
20.00	Urdu Class (N)
21.00	Bait Bazi : Karachi Vs Sargodha
21.30	Dars-ul-Quran (No. 6) (1996) By Huzoor - Fazl Mosque , London
23.30	Learning Chinese

2 RABI 'AL AWAL
Monday 7th July 1997

00.00	*Announcements and Detail of Programmes*
00.05	Tilawat, Hadith, News
00.30	Children's Corner - Children's Workshop (No. 5)
01.00	Liqaa Ma'al Arab - (R)
02.00	Around The Globe : 1) NASA Space Shuttle Ground Support 2) National Aeronautic & Space Administration 3)Space Shuttle Propulation (R)
03.00	Urdu Class (R)
04.00	Learning Chinese (R)
05.00	Huzoor's Mulaqat With English Speaking Friends (6.7.97)
06.00	*Announcements and Detail of Programmes*
06.05	Tilawat, Hadith, News
06.30	Children's Corner - Children's Workshop (No. 5) (R)
07.00	Dars-ul-Quran (No. 6) (1996) By Huzoor - Fazl Mosque , London (R)
08.30	Bait Bazi : Karachi Vs Sargodha (R)
09.00	Liqaa Ma'al Arab (R)
10.00	Urdu Class (R)
11.00	M.T.A. Sports - Hurdle Race , Annual Sports Jamia Ahmadiyya Rabwah
12.00	*Announcements and Detail of Programmes*
12.05	Tilawat, News
12.30	Learning Norwegian
13.00	Indonesian Hour
14.00	Bengali Programme
15.00	Homoeopathy Class With Huzoor
16.00	Liqaa Ma'al Arab - (N)
17.00	Turkish Programme
18.00	*Announcements and Detail of Programmes*
18.05	Tilawat, Hadith, News
18.30	Children's Corner - Mulaqat With Huzoor
19.00	German Service
20.00	Urdu Class
21.00	Islamic Teachings - Rohani Khazaine
22.00	Homoeopathy Class with Huzoor (R)
23.0	Learning Norwegian

3 RABI 'AL AWAL
Tuesday 8th July 1997

00.00	*Announcements and Detail of Programmes*
00.05	Tilawat, Hadith, News
00.30	Children's Corner - Children's Class with Huzoor (R)
01.00	Liqaa Ma'al Arab (R)
02.00	M.T.A. Sports - Hurdle Race , Annual Sports Jamia Ahmadiyya Rabwah (R)
03.00	Urdu Class (R)
04.00	Learning Norwegian (R)
05.00	Homoeopathy Class With Huzoor (R)
06.00	*Announcements and Detail of Programmes*
06.05	Tilawat, Hadith, News
06.30	Children's Corner - Children's Class With Huzoor (R)
07.00	Pushto Programme
08.00	Islamic Teachings - Rohani Khazaine
09.00	Liqaa M. 'al Arab (R)
10.00	Urdu Class (R)
11.00	Medical Matters : AIDS
12.00	*Announcements and Detail of Programmes*
12.05	Tilawat, News
12.30	Learning French
13.00	From The Archives- Friday Sermon by, Hadhrat Khalifatul Masih IV, Fazl Mosque, London, U.K. (4.5.90)
14.00	Bengali Programme
15.00	Tarjumatul Quran Class
16.00	Liqaa Ma'al Arab - (N)
17.00	Norwegian Programme
18.00	*Announcements and Detail of Programmes*
18.05	Tilawat, Hadith, News
18.30	Children's Corner :Yassarnal Quran
19.00	German Service
20.00	Urdu Class (N)
21.00	Around The Globe - Hamari Kaenat
22.00	Tarjumatul Quran Class (R)
23.00	Learning French
23.30	Hikayat-e-Shereen (N)

[illegible] RABI 'AL AWAL
Wednesday 9th July 1997

00.00	*Announcements and Detail of Programmes*
00.05	Tilawat, Hadith, News
00.30	Children's Corner :Yassarnal Quran
01.00	Liqaa Ma'al Arab - (R)
02.00	Medical Matters : AIDS (R)
03.00	Urdu Class (R)
04.00	Learning French
05.00	Tarjumatul Quran Class (R)
06.00	*Announcements and Detail of Programmes*
06.05	Tilawat, Hadith, News
06.30	Children's Corner: Yassarnal Quran
07.00	Speech : "Introduction To The Holy Quran & Its Beauties " By : Fareed Ahmed Naveed
08.00	Around The Globe -Hamari Kaenat
09.00	Liqaa Ma'al Arab (R)
10.00	Urdu Class (R)
11.00	Seerat Sahaba Hadhrat Masih-i-Masih Maud (A.S) : Life of Hadhrat Hafiz Mukhtar A Shahjehan Puri (R.A.)
12.00	*Announcements and Detail of Programmes*
12.05	Tilawat, News
12.30	Learning Arabic
13.00	African Programme
14.00	Bengali Programme
14.45	Tarjumatul Quran Class
16.00	Liqaa Ma'al Arab
17.00	French Programme
18.00	*Announcements and Detail of Programmes*
18.05	Tilawat, Hadith, News
18.30	Children's Corner - Children's Class with Huzoor
19.00	German Service
20.00	Urdu Class (N)
21.00	Al Maidah - Vegetable Achaar
21.45	Tarjumatul Quran Class (R)
23.00	Learning Arabic
23.30	Arabic Programme: Qaseedah/Nazm

5 RABI 'AL AWAL
Thursday 10th July 1997

00.00	*Announcements and Detail of Programmes*
00.05	Tilawat, Hadith, News
00.30	Children's Corner - Children's Class with Huzoor (R)
01.00	Liqaa Ma'al Arab (R)
02.00	Canadian Horizon : Basket Ball Tournament - Brampton Vs Markham
03.00	Urdu Class (R)
04.00	Learning Arabic (R)
04.30	Arabic Programme - Qaseedah/Nazm
04.45	Tarjumatul Quran Class
06.00	*Announcements and Detail of Programmes*
06.05	Tilawat, Hadith, News
06.30	Children's Corner - Children's Class with Huzoor (R)
07.00	Sindhi Programme - Translation of Huzoor's Friday Sermon (6.10.95)
08.00	Quiz Programme : History Of Ahmadiyyat (Part 3)
09.00	Liqaa Ma'al Arab (R)
10.00	Urdu Class (R)
11.00	Al Maidah - Vegetable Achaar (R)
11.30	Huzur's Reply To Allegations - Session 31 (9.6.94) (Part 1)
12.00	*Announcements and Detail of Programmes*
12.05	Tilawat, News
12.30	Learning Dutch
13.00	Chinese Programme: Philosophy of The Teachings of Islam
14.00	Bengali Programme
15.00	Homoeopathy Class with Huzoor
16.00	Liqaa Ma'al Arab - (N)
17.00	Russian Prog: Q/A Session with Guests From Russia & Kazakhistan Session 2 (19.5.94) (Part 2)
18.00	*Announcements and Detail of Programmes*
18.05	Tilawat, Hadith, News
18.30	Children's Corner : Yassarnal Quran
19.00	German Service
20.00	Urdu Class (N)
21.00	Bazm-e-Moshaira: An Evening With Yaqoob Amjad
22.00	Homoeopathy Class - With Huzoor (R)
23.00	Learning Dutch

Some Highlights

Programmes with Huzoor

Everyday:
Liqaa Ma'al Arab & Urdu Class

Monday & Thursday:
Homoeopathy Class

Tuesday & Wednesday:
Tarjumatul Quran Class
Old Friday Sermons from the Archives

Friday:
Friday Sermon (Live)
Mulaqat with Urdu Speaking Guests

Saturday:
Children's Class
Question & Answer Session (Old)

Sunday:
Mulaqat with English Speaking Guests
Question & Answer Session (New)
Dars-ul-Quran

Programmes in Different Languages

Everyday	German & Bengali
Wednesday	French /Swahili
Sunday	Albanian
Thursday	Russian / Bosnian
Monday	Indonesian
Thursday	Sindhi
Monday	Turkish
Tuesday	Norwegian

Other Regular Features

Monday	
Bait Bazi	at 08:30
MTA Sports	at 11:00
Rohani Khazaine	at 21:00
Tuesday	
MTA Sports	at 02:00
Rohani Khazaine	at 08:00
Medical Matters	at 11:00
Hamari Kaenat	at 21:00
Hikayat-e-Shereen	at 23:30
Wednesday	
Medical Matters	at 02:00
Hamari Kaenat	at 08:00
Al Maidah	at 21:00
Thursday	
Quiz Program	at 08:00
Al Maidah	at 11:00
Bazm-e-Moshaira	at 21:00
Friday	
Quiz Programme	at 02:00
Bazm-e-Moshaira	at 08:00
Computers for Everyone	at 11:00
Medical Matters	at 20:30
Saturday	
MTA USA Productions	at 02:00
Computers for Everyone	at 04:00
Medical Matters	at 08:00
Hikayat-e-Shereen	at 23:30
Sunday	
MTA USA Productions	at 02:00
Bait Bazi	at 21:00

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (0181) 870 8517
Fax: (0181) 870 1095

Vol. 4 Friday, July 4, 1997 No.27

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاہد، مؤرخ احمدیت

حضرت مسیح موعودؑ کے عالیشان مقاصد

مولوی ثناء اللہ صاحب مرتسری نے اخبار اہل حدیث امرتسر یکم جنوری ۱۹۳۲ء صفحہ ۱۵ پر لکھا: "مرزا صاحب نے جو اپنے مقاصد بیان کئے تھے وہ اتنے عالیشان تھے کہ اگر ان میں وہ کامیاب ہو جاتے تو آج نہ ہندوستان میں کوئی اختلاف ہوتا نہ حکومت غیر نہ ست گرہ نہ گول میز کانفرنس ہوتی نہ اس کی ضرورت پڑتی کیونکہ وہ اپنی حرکت کا اتحاد دنیا کی اقوام کی وحدت فرماتے تھے۔ وحدت بھی وہ جو مذہب اسلام پر سب کے اجتماع سے حاصل ہو۔ (چشمہ مسیح) لیکن اس مقصد میں مرزا صاحب کو جو کامیابی ہوئی وہ عیاں راچہ بیاں"۔

جناب مولوی ثناء اللہ امرتسری آج اگر زندہ ہوتے تو وہ اپنی آنکھوں سے یہ مشاہدہ کر کے یقیناً حیرت زدہ رہ جاتے کہ کس طرح احمدیت کے ذریعہ وحدت اقوام عالم کا تخیل نہایت تیز رفتاری سے عملی شکل اختیار کرتا جا رہا ہے۔

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

☆......☆......☆......☆

تاریخ انبیاء کا علمی مطالعہ

مولوی وحید الدین خان صاحب تاریخ انبیاء پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آدم پہلے انسان بھی تھے اور پہلے رسول بھی۔ اس کے بعد حضرت مسیح تک مسلسل خدا کے پیغمبر آتے رہے۔ ابوامامہ کی روایت میں آیا ہے کہ ابوذر غفاری نے نبی ﷺ سے انبیاء کی تعداد کے بارے میں سوال کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ ان میں تین سو پندرہ رسول ہوئے۔ (رواہ احمد وابن راہویہ فی مسندیھما وابن حبان فی صحیحہ والحاکم فی المستدرک)۔ خدا کے ان نمائندوں نے مختلف قوموں اور آبادیوں کو اس حقیقت سے باخبر کیا اور خدا سے ڈر کر زندگی گزارنے کی تلقین کی۔ مگر انسانوں میں بہت کم ایسے لوگ نکلے جو اپنی آزادی عمل کو خدا کے حوالے کرنے کے لئے تیار ہوں۔ حضرت یحییٰ کو کوئی ساتھی نہیں ملا اور وہ قتل کر دیئے گئے۔ حضرت لوط نے اپنی قوم کو چھوڑا تو ان کے ساتھ ان کی صرف دو لڑکیاں تھیں۔ حضرت نوح کے ساتھ ان کی کشتی کا قافلہ، توریت کے بیان کے مطابق، صرف آٹھ افراد پر مشتمل تھا۔ حضرت ابراہیم اپنے وطن عراق سے نکلے تو ان کے ساتھ ان کی بیوی سارہ تھیں اور ان کے بھتیجے لوط۔ بعد کو اس قافلہ میں ان کے دو بیٹے اسماعیل اور اسحاق شامل ہوئے۔ حضرت مسیح کو ساری کوشش کے بعد بارہ آدمی ملے۔ وہ بھی آخر وقت میں آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ (متی 26:56)۔

بیشتر انبیاء کا حال یہی رہا۔ کوئی تنہا رہ گیا۔ کسی کو چند ساتھ دینے والے ملے۔ ان چند میں بھی زیادہ تر ان کے اپنے اہل خاندان تھے جن سے رشتے کا تعلق نبی کا ساتھ دینے کے لئے ایک اضافی محرک بن گیا۔ قرآن کی یہ آیت اس پوری تاریخ پر ایک تبصرہ ہے۔ ﴿یا حسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا به یستھزؤن﴾ (یٰسین: ۳۰)

افسوس ہے کہ بندوں کے حال پر جب بھی ان کے پاس کوئی رسول آیا تو انہوں نے اس کی ہنسی اڑائی۔

انسانی نسل میں خدا کے نزدیک سب سے اہم ہستیاں وہ ہیں جن کو پیغمبر کہا جاتا ہے مگر عجیب بات ہے کہ ساری تاریخ میں یہی لوگ سب سے زیادہ غیر اہم رہے ہیں۔ بادشاہوں اور سپہ سالاروں کے واقعات تاریخ نے مکمل طور پر ضبط کئے ہیں۔ مگر آدم سے مسیح تک کوئی نبی ایسا نہیں جس کو باقاعدہ طور پر مدون تاریخ میں جگہ ملی ہو۔ ارسطو (384-322 ق م) حضرت موسیٰ کے ہزار برس بعد پیدا ہوا۔ مگر وہ موسیٰ کے نام سے بھی واقف نہ تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر انبیاء کو ان کی قوم نے رد کر دیا۔ ان کے گھروں کو اجاڑ گیا، ان کو معاشرہ میں بے قیمت کر کے رکھ دیا گیا، ان کو ایسا بنا دیا گیا گویا وہ اتنے غیر اہم لوگ ہیں جن کا ذکر کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔

نبیوں کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا گیا اس کی وجہ صرف ایک ہے اپنی مخاطب قوموں کی روش پر تنقید۔ انسان کو سب سے زیادہ جو چیز محبوب ہے وہ ہے اپنی تعریف اور جو چیز سب سے زیادہ مبغوض ہے وہ ہے اپنے خلاف تنقید۔ **انبیاء چونکہ صحیح اور غلط کو بتانے کے لئے آتے ہیں، وہ اپنے ہم قوموں سے مصالحت نہیں کرتے۔ وہ ان کی اعتقادی اور عملی غلطیوں کی نشان دہی کرتے ہیں۔ اس لئے قوم ان کی مخالف بلکہ دشمن ہو جاتی ہے۔ انبیاء اگر لوگوں کی دل پسند تقریریں کرتے تو کبھی ان کو اس صورت حال سے دوچار ہونا نہ پڑتا"۔**

(ہفت روزہ خدام الدین لاہور۔ ۲۷ر دسمبر ۱۹۹۶ء صفحہ ۱۹، ۲۰)

☆......☆......☆

لمحہ فکریہ

جناب شہناز ماجد کے قلم سے ایک نوٹ جو عہد حاضر کے ہر مسلمان کے لئے لمحہ فکریہ ہے:

"ہماری دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں؟ اس لئے کہ ہم نے اللہ کو پہچانا، اس کا حق ادا نہیں کیا۔ ہم محبت رسولؐ کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر ان کا طریقہ اور سنت چھوڑ بیٹھے ہیں۔ ہم قرآن پاک پڑھتے ہیں نہ ترجمہ سیکھتے ہیں نہ عمل کرتے ہیں۔ ہم شیطان کی دشمنی کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر اس سے دوستی بڑھاتے ہیں۔ ہم بہشت کے لئے دعویٰ تو کرتے ہیں مگر گناہوں سے باز نہیں آتے۔ ہم موت کو برحق مانتے ہیں مگر مرنے کے لئے تیار نہیں۔ ہم دوسروں کے عیبوں پر نظر رکھتے ہیں مگر اپنے گریباں میں نہیں جھانکتے۔ ہم اللہ کا دیا ہوا رزق تو کھاتے ہیں مگر اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔ ہم اپنے مردوں کو دفن تو کرتے ہیں مگر عبرت نہیں پکڑتے"۔

(ہفت روزہ کہکشاں لاہور، یکم تا ۷ مارچ ۱۹۹۷ء صفحہ ۴)

☆......☆......☆

ملاؤں کی عسکریت پسندی پر تبصرہ

جناب سید عبدالمجیب صاحب جامع منہاج القرآن کے قلم سے ملاؤں کی عسکریت پسند تحریکوں پر تبصرہ:

بوئے خوں آتی ہے اس قوم کے افسانوں میں

"بجائے اس کے کہ یہ جماعتیں عالمی فرعون ثقافتی اقتصادی اور لادینی یلغار کے سامنے ٹھوس اور منظم پلاننگ کے ذریعہ بند باندھتے۔ جس طرح باطل ہر محاذ پر اسلام کے خلاف حملہ آور ہے۔ اسلامی تحریکوں کے قائدین بھی ہمہ پہلو مدافعاتی اقدامات کر کے عوام الناس کے ذہنوں میں اسلام اور تاجدار کائنات ﷺ کی محبت کا بیج بوتے۔

"جدید سائنسی انداز فکر کو قرآن و سنت کی اتباع میں پیش کرتے، اسلامی تہذیب و ثقافت کی تابناک کرنوں سے مغربی طرز معاشرت، مغربی کلچر اور میلانات و رجحانات پر کاری ضرب لگاتے۔ انہوں نے ملکی املاک کو نقصان پہنچانے، دفاعی مقامات اور تجارتی مراکز میں بم دھماکے (Explosions) کرنے، اعلیٰ حکومتی شخصیات کو دھمکیاں دینے اور ان پر قاتلانہ حملے کرنے کے عمل کو جہاد کا نام دے دیا اور اسی عمل کو منزل کے قریب لانے کا ذریعہ سمجھ لیا۔ بعض جماعتوں کے لٹریچر اور تصنیفی سرگرمیوں پر نظر ڈالی جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یہ کتابیں حالت جنگ یا میدان حرب میں بیٹھ کر لکھی گئی ہیں۔ ان میں ہنگامہ خیزی اور محض جذباتیت کا وہ عنصر جو کارکنوں میں نظر آتا ہے واضح طور پر دکھائی دیتا ہے"۔

"یہ تو کافرانہ سرگرمیوں کے شاخسانے ہیں اب خود ہم بھی اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں تو حیرت ہوتی ہے کہ ہماری اسلامی تحریکیں آخر اس سازش اور پروپیگنڈے کا ہتھیار کیوں بنتی ہیں؟

آئے دن اغوا کی کارروائیاں وزراء، انتظامیہ اور پولیس پر حملے اور ان حملوں کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے فخر کے ساتھ اسے جہادی کاوش سے موسوم کرنا محض نادانی ہی نہیں بلکہ ملک و قوم اور اپنے دین کے مسلمہ اصولوں کے بھی خلاف ہے۔ ان راہوں پر چلتے ہوئے وہ بین الاقوامی اسلام دشمن پروپیگنڈے پر عمل کر کے اپنے اسلام پسند مسلمانوں کو بنیاد پرست اور بعد ازاں دہشت پسند کہلوانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ عوامی سطح پر بھی ایسی تحریکات اور تنظیمیں اچھی شہرت سے محروم ہو کر حمایت کھو دیتی ہیں۔ اور حکومتی سطح پر بھی اقتدار پرست طبقے کو موقع مل جاتا ہے کہ وہ تخریب کاری کا الزام دھرتے ہوئے شریعت کے نفاذ میں لیت و لعل سے کام لیتا ہے۔ ایسے لوگوں سے اگر باز رہنے کو کہا جائے تو اسکو جہاد سے فرار ہونے کا معذرت خواہانہ انداز سمجھا جاتا ہے حالانکہ اس نازک موڑ پر ان حضرات کو ٹھنڈے دل سے اسلامی تحریکوں کے لئے از سر نو لائحہ عمل مرتب کرنا چاہئے اور ترجیحات مرتب کر کے تمام سرگرمیاں مثبت کاموں پر لگانی چاہئیں۔ انہیں مصر میں اخوان المسلمین، الجزائر میں اسلامک سالویشن فرنٹ، فلسطین، اردن اور دوسرے عرب ممالک میں موجودہ تصادم اور باہمی قتل و غارت گری کے نتائج سامنے رکھنے چاہئیں۔ پاکستان میں کئی ایک مذہبی تحریکیں اور تنظیمیں ۴۵ سالہ جدوجہد کے بعد بھی اپنے نقطہ آغاز پر کھڑی ہیں۔ افغانستان کے علماء اور قائدین نے تو حد کر دی ہے۔ جذبہ جہاد کا سارا کریڈٹ سمیٹ کر بری طرح رسوائی سے ہمکنار کر دیا ہے۔ سرخ سامراج کے خلاف دس سال مصروف جدوجہد ہونے کے بعد آزاد افغانستان کو اسلام کا مہکتا ہوا گلزار بنانے کی بجائے ان اقتدار پرست مذہبی گروہوں نے اسے ویرانہ اور مردوں کا قبرستان بنا دیا"۔

(ماہنامہ منہاج القرآن لاہور۔ دسمبر ۱۹۹۶ء صفحہ ۲۵، ۲۷)

اگر آپ الفضل انٹرنیشنل کے خریدار ہیں

تو کیا آپ نے سالانہ چندہ ادا کر دیا ہے؟

☆ آپ کا اخلاقی فرض ہے کہ آپ از خود بروقت سالانہ چندہ خریداری ادا کریں اور اس بات کا انتظار نہ کریں کہ آپ سے چندہ کا مطالبہ کیا جائے یا یاددہانی کروائی جائے۔ ہر ہفتہ الفضل آپ کو ملتا ہے یہی یاددہانی کے لئے کافی ہونا چاہئے۔

☆ اگر آپ نے ابھی تک سالانہ چندہ خریداری ادا نہیں کیا تو براہ کرم فوری طور پر اپنی جماعت کے سیکرٹری مال کے پاس ادائیگی کر کے رسید حاصل کریں۔ اور اپنے ملک کے سیکرٹری اشاعت کو اطلاع دیں۔ رسید پر اپنا مکمل پتہ اور AFC نمبر ضرور درج کروائیں۔

سالانہ چندہ خریداری ہفت روزہ انٹرنیشنل کی شرح حسب ذیل ہے:

برطانیہ پچیس (۲۵) پاؤنڈز سٹرلنگ
یورپ چالیس (۴۰) پاؤنڈز سٹرلنگ
دیگر ممالک ساٹھ (۶۰) پاؤنڈز سٹرلنگ

براہ کرم اپنے بقایا جات جلد ادا کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔

(مینیجر)

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھتیں:-

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔